Digitized by Khilafat Library Rabwah

(ماہنامہ اردو)

ریویو آف ریلیجنز

(قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ رجب ۱۳۵۸ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۹ء

جلد ۳۸ عدد ۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا:۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوتا ہے، اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے، اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے،

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے، ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے، اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے، نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بائیں جانب کرنل مانٹیگو ولیم ڈگلس اور دائیں جانب مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن ہیں - ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء کو بہ تقریب یوم التبلیغ مسجد لنڈن میں جو جلسہ منعقد ہوا' اس کے صدر کرنل موصوف تھے' اور لکچرر مولانا شمس' یہ فوٹو اس موقعہ پر لیا گیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

(یعنی)

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۸ | ۱۶ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۸ھ مطابق یکم ستمبر سنہ ۱۹۳۹ء | عدد ۹

فہرست مضامین

ابطالِ تثلیث	صــ ۲	آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو سے اقتباس لے
اولیاء اللہ کے صفات و مدارج	صــ ۳	درس القرآن فرمودہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعا
ایک تبلیغی خط	صــ ۱۲	از جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر حیدر آباد دکن۔
مذہب کیا ہے۔	صــ ۲۳	از حقّانی۔ ایم۔ اے۔
مسیح محمدی کا پیلاطوس مسجد لنڈن میں	صــ ۳۹	از جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن
مکالمہ شیعہ و احمدی (تولّا و تبرّا)	صــ ۵۱	از جناب سیّد صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثناء کرتے ہیں، کیا اسی کو اس کی نیکی کا بدلہ سمجھ لیا جائے، اس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ مؤمن کو جو نیک بدلے ملنے والے ہیں انہی میں سے یہ ایک دنیوی بدلہ ہے۔

ہفتم عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، کہ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یُبَشِّرُھَا الْمُؤْمِنُ مِنْ تِسْعَۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ۔ مَنْ رَاٰی فَلْیُخْبِرْ بِھَا وَمَنْ رَاٰی سِوٰی ذٰلِکَ فَاِنَّمَا ھُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ لِیُحْزِنَہٗ فَلْیَنْفُثْ عَنْ یَّسَارِہٖ (ابن کثیر زیر آیت لھم البشریٰ) یعنی عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اس سے مراد خواب ہے، اور یہ انچاسواں حصہ نبوت کا ہے پس جو ایسی خواب دیکھے، وہ بیشک دوسرے کو بتا دے۔ اور جو اس کے سوا یعنی بری خواب دیکھے اس کی وہ خواب شیطان کی طرف سے ہے تاکہ اس کو غم میں مبتلاء کرے، پس اُسے چاہیئے کہ بائیں طرف تھوک دے" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بُری خواب کا بیان کرنا ناپسندیدہ ہے۔

بعض لوگوں نے غلطی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کو بھی اسی قسم کا قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ ان خوابوں کے دیکھنے والوں کی بعض خوابوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطانی بھی قرار دیا ہے، مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو خدا تعالیٰ نے مامور کیا تھا، آپ کی کوئی خواب یا کوئی الہام شکّی نہیں ہو سکتا، اور آپ نے تحریر فرمایا ہے، کہ مجھے اپنے الہام پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ قرآن کریم پر۔ پس جو لوگ الہام کے منکر ہیں احادیث سے ان کو الہام کی ضرورت کا قائل کیا جا سکتا ہے، مگر اس کے یہ معنے نہیں، کہ اس قسم کے الہام سے بالا کوئی اور چیز نہیں ہوتی، ہاں یہ سچ ہے کہ مبشّرات کا لفظ عام ہے، اسے انبیاء کے الہامات کے لئے بھی بول سکتے ہیں، اور اولیاء کے الہام پر بھی۔ پس یہ آیت سب قسم کے الہاموں کی خبر دیتی ہے، ان میں سے جو صحابہ سے تعلق رکھتے تھے وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیئے۔

لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ۝ میں دو باتیں بتائی گئی ہیں، اول یہ کہ یہ خدا تعالےٰ کا قدیم قانون ہے، اور چونکہ قدیم سے یہ قانون ہے، اس لئے اب بھی ایسا ہو گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوم یہ کہ یہ وعدہ ہمارا ایسا ہے کہ جس کے متعلق ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں، کہ وہ بدلے گا نہیں، یعنی بعض امور غیبیہ کلمات اللہ میں شامل نہیں ہوتے، اور وہ بدل جاتے ہیں لیکن بعض امور غیبیہ کلمات اللہ کہلاتے ہیں، اور وہ ہرگز نہیں بدلا کرتے۔ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ یعنی خدا تعالےٰ سے بشارت کا ملنا ہی بڑی کامیابی ہوتا ہے یا یہ کہ کلمات اللہ کا تبدیل نہ ہونا یہی بڑی کامیابی ہے، دونوں معنے لئے جا سکتے ہیں، بشارت کا کامیابی ہونا تو ظاہر ہی ہے، کلمات اللہ کا نہ بدلنا بھی کامیابی کا بہت بڑا اگر ہے دینی امور میں بھی اور دنیوی امور میں بھی، چنانچہ سائنس کی بنیاد ہی ایسے قوانین پر ہے، جو نہیں بدلتے، قوانین نیچر بدلتے رہتے تو دُنیا ہرگز ترقی نہ کر سکتی، اور ایجادات کا سلسلہ ہرگز نہ چلتا، آگ جلاتی ہے، پانی سیراب کرتا ہے، بجلی تباہ کرتی ہے، ہر ایک چیز کے قوانین علیحدہ علیحدہ ہیں، اور یہ بدلتے نہیں ہیں، اگر یہ بدل جاتے اور کبھی ایسا ہوتا، کہ کوئی آگ جلانے لگتا، تو آگ جلنے کے بجائے پانی پیدا ہو جاتا، اور آٹا ہی بھیگ جاتا، یا لوگ پنکھا چلاتے، تو آگ پیدا ہو جاتی، تو دنیا کبھی قدرت کے ذخیروں سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ نہ کرتی، اور نظامِ عالم تباہ ہو جاتا، پس خدا تعالےٰ کے نہ بدلنے والے قوانین ہی کامیابی کی جڑ ہیں۔ انہی کے راز معلوم کر کے دنیا ترقی کر رہی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک تبلیغی خط

بعض اہم سوالات کے جوابات

(۲)

(از جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر حیدر آباد دکن)

اس کے بعد بلحاظ مذہب کی اُس تعریف کے جو اُوپر کی گئی ہے، دوسرا سوال جو ان مدعیانِ مذہب کے روبرو پیش کیا جا سکتا ہے، یہ ہے، کہ اچھا صاحب! سَند کی حالت تو معلوم ہوئی، اب آپ یہ بتایئے، کہ وہ لوگ جن کے ذریعہ سے یہ مذہب بھیجا گیا، اور جو یہ اَسناد لائے، وہ کون تھے؟ اور ان کی زندگی کے حالات کیا ہیں؟ تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے، کہ آیا وہ کامل و مکمل انسان تھے یا نہیں؟

ہندو جواب میں بیان کرتے ہیں، کہ جناب! ہمارا مذہب اور ان کی کتاب اتنی قدیم و پرانی ہے، کہ اس کا کوئی زمانہ ہی معیّن نہیں کیا جا سکتا، اس لئے نہ تو اُن اشخاص کے نام بتلائے جا سکتے ہیں، جن کے ذریعہ مذہب آیا، اور نہ ان کے حالات معلوم ہیں۔

یہودی کہتے ہیں، توریت حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر اُتری، جس کو تقریباً ساڑھے تین ہزار برس کا زمانہ گذرا، ان کی زندگی کے پورے حالات تو ہمارے پاس نہیں ہیں، لیکن مسلمان اور ان کی کتاب قرآن کریم ہمارے شاہد ہیں، کہ وہ ایک انسان کامل تھے۔

عیسائی کہتے ہیں، انجیل حضرت عیسےٰ علیہ السّلام لائے تھے، وہ اُنیس سَو برس سے زائد عرصہ ہُوا کہ پھر خدا کے پاس واپس چلے گئے، لیکن آنے کا وعدہ کر گئے ہیں، مگر ابھی تک نہیں آئے، آئینگے تو ہم آپکو اُنکی خدمت میں پیش کر دینگے، آپ خود اندازہ کر لیجئے گا۔ البتہ اناجیل اربعہ میں ان کی تبلیغی زندگی کے حالات مل جاتے ہیں، اور مسلمان بھی ان کے کامل انسان بلکہ رُوح اللہ ہونیکی گواہی دینگے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمان کہتے ہیں، کہ جناب! جس طرح ہماری سند اصل و صحیح و محفوظ ہے، اسی طرح اس سند کا لا نبوا لا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک زندہ نبی ہے، جن کی ہر حرکت و سکون ابھی تک محفوظ ہے، اور ان کے ساتھ جو گروہ مقدسین کا تھا، ان کے حالات اور کارنامے بھی نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ میں بلکہ دوسری اقوام کی تاریخ میں بھی موجود ہیں۔

ان بیانات سے ظاہر ہے، کہ ویدوں کی نسبت نہ صرف یہ معلوم کر لینا کہ وہ کس پر نازل ہوئے تھے، دشوار ہے، بلکہ یہ بھی مشکل ہے، کہ یہ معلوم کیا جائے، کہ آیا وہ جن پر وید نازل ہوئے فی الواقع انسان تھے بھی یا نہیں؟ یہودی اور عیسائی خود اپنے پاس کوئی قابل اطمینان ثبوت اس امر کا نہیں رکھتے ہیں، جس سے یہ ظاہر ہو، کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی کس طرح گذری، جو کچھ وہ پیش کرتے ہیں، اس سے ان دونوں حضرات کے جو حالات ظاہر ہوتے ہیں، وہ بہت زیادہ امید افزا نہیں، اُن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی، کہ اُن کی زندگی اس زمانہ کے لوگوں کے لئے کوئی قابل تقلید نمونہ ہو سکتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے حالات سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ وہ صرف ایک سخت گیر و سخت مزاج مقنن تھے، اور ان کی لائی ہوئی شریعت رقانون، ایک ایسی قوم کے مناسب حال تھی، جو ایک زمانہ دراز سے سخت اور ذلیل قسم کی غلامی میں رہی۔ ظاہر ہے کہ ایسی قوم کے لئے شریعت اور ان کا معلّم اوّل دونوں ہی سخت ہونا چاہئیں۔ اس لئے خود حضرت موسیٰ علیہ السّلام بحیثیت معلّم وقائد کے اور انکی شریعت بحیثیت قانون کے سخت ترین قسم کی ہے، آپ توریت کی کتاب احبار پڑھینگے، تو آپ کو معلوم ہو جائیگا، کہ یہ شریعت کتنی سخت اور تنگ ہے، اور اس زمانہ کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا دشوار کیا بلکہ ناممکن ہے۔ مثلاً تیرھویں باب میں برص اور سفیدی کے مریض اور پندرھویں باب میں مرض جریان میں مبتلا شخص کے احکام پڑھیئے، اور پھر سترھویں باب کے ابتدائی آیات بزغالہ کی قربانی کے متعلق مطالعہ کیجئے۔ بہر حال پوری کتاب احبار پڑھنے کے قابل ہے، یہ تو قانون کی سختی ہے، موسےٰ علیہ السّلام کی سختی ملاحظہ ہو، کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے اپنے بھائی حضرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہارون علیہ السلام کی جو اُن کے شریک نبی تھے، ایک بات پر خفا ہو کر ڈاڑھی پکڑی، اور الواح توریت کو زمین پر دے پٹکا، (قرآن سورۃ الاعراف و توریت کتاب خروج ۳۲ ۱۸ تا ۲۳)

عبادت کے لئے تیاری کے طریقے اور احکام کی تاریکیاں و پیچیدگیاں ملاحظہ کرنا ہوں، تو توریت کتاب خروج کے ابواب ۲۵ تا ۲۸ دیکھئے، جس سے آپ اندازہ کر سکیں گے، کہ آیا عبادت کے لئے کوئی سہولت دی گئی ہے، یا دشواری پیدا کی گئی ہے، اور اب اس زمانہ میں عام مخلوق کے لئے یہ قابل عمل ہے یا نہیں۔

عیسےٰ علیہ السلام کی جو لائف اناجیل اربعہ میں ملتی ہے، اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ ایک نہایت ہی غریب و مسکین آدمی محض اخلاقی وعظ یہودیوں کو کرتا تھا، یہودی شریعت میں سخت اور مکار ہو گئے تھے، اس لئے وہ ان کو نرم اور مخلص کرنا چاہتا تھا، خود کوئی شریعت نہ لایا تھا، صرف توریت کی پابندی کی تاکید کرتا تھا، (متی ۵ ۱۷ تا ۲۰ و یوحنا ۱ ۱۷ تا ۱۹) اپنے اس وعظ میں وہ ناکام رہا، اور یہودیوں نے اس کو سُولی پر چڑھا دیا، اور اگر انجیلوں کا یہ بیان صحیح ہے، کہ سُولی پر چڑھائے جانے کے بعد تین دن تک مُردہ رہ کر چوتھے دن اس کے باپ نے آسمان پر بلا لیا، تو یہ سمجھنا چاہیئے، کہ یہودیوں سے شکست کھا کر بیٹا باپ کے پاس بھاگ گیا، اور اس طرح ناکام واپس گیا، جو شخص اپنے کام میں اس طرح ناکام رہا، اور جس قوم کی تطہیر کے لئے وہ بھیجا گیا اس میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکا، وہ دوسری قوموں کے لئے نمونہ کیونکر بن سکتا ہے؟ پھر جس شخص کو ماں باپ، جورو اور بچوں کے کوئی تعلقات نہ تھے، جو نہ کبھی حاکم رہا، نہ فاتح، وہ اس دنیا کے لئے جس میں انہیں تعلقات کو درست کرنا ہے، کیونکر نمونہ ہو سکتا ہے، بلاشبہ قرآن کریم میں ان دونوں مقدس انسانوں کو انسانِ کامل اور اولوالعزم پیغمبر اور ان کی کتابوں کو ہدایت و نور تسلیم کیا ہے، لیکن خود دعویدارانِ یہودیت و نصرانیت ان دونوں حضرات علیہما السلام کے صحیح حالات و تعلیمات پیش کرنے سے قاصر ہیں، اور قرآن کریم کو اگر شاہد کہا جاتا ہے، تو قرآن کی پوری شہادت مانو، اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کے مصداق نہ بنو، اگر قرآن کریم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی یہ شہادت قبول کرتے ہو، کہ یہ دونوں حضرات نبی تھے، تو یہ شہادت بھی قبول کرو، کہ وہ صرف بنی اسرائیل کے لیئے تھے، اور اب صرف محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لیئے نبی ہیں، اور ان کی شریعت خاتم الشرائع، اُن کی کتاب خاتم الکتب اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور آپ جس طرح ایک زاہد متوکّل تارک الدنیا کے لئے نمونہ ہیں، اسی طرح آپ ایک دنیا دار کے لئے جو بیوی بچّے اور دوسرے علائق رکھتا ہو، کامل نمونہ ہیں، جس طرح آپ ایک غریبانہ اور مسکینانہ زندگی کے لیئے چراغِ ہدایت ہیں، اسی طرح ایک مصروف ومنہمک دنیاوی زندگی کے لئے بھی سراج منیر ہیں، صلح وجنگ، عفو وانتقام رحم وکرم، عدل وانصاف کے بہترین نمونے جو خود آپ نے اور آپ کے متبّعین نے دُنیا میں چھوڑے ہیں، وہ یگانہ وبیگانہ سب کی نظروں کے سامنے ہیں، دوستوں کے ساتھ تلطّف اور دشمنوں کے ساتھ مدارات کی جو روایات آپ نے قائم فرمائی ہیں، وہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں اور ہر فرد وہر قوم کے لیئے یادگار رہیں گی، پس دوسرے مذاہب کیا بلحاظ اپنی اصلی کتب سماوی کی حفاظت کے، اور کیا بانیٔ مذہب کے اعلیٰ ترین مکمل نمونے کے اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اور ترجیح ومقابلہ کا معاملہ یہیں پر ختم ہو جاتا ہے۔

مذہب کی جو تعریف مَیں نے اُوپر ان مذاہب کی جانچ کے لیئے بیان کی ہے، اُس میں سے دو شرائط یعنی خدا کی جانب سے ہونے اور کامل ومکمل انسان کے ذریعہ سے جو خود بہترین نمونہ مذہب کی تربیت کا ہو، بھیجے جانے کی وضاحت کر چکا، اب صرف تیسری شرط صراحت طلب رہی، یعنی اس وضاحت کی ضرورت باقی رہی، کہ جو اصول وقواعد مذہب پیش کرتا ہے، اور جو فی الواقع انسان کے ظاہری وباطنی قویٰ کو تربیت اور نشو ونما دیتے ہیں، ان چاروں زیر بحث مذاہب میں سے کس مذہب میں زیادہ بہتر اور مکمل طریقہ پر بطور روزمرّہ کے دستور العمل کے پائے جاتے ہیں، لیکن یہ بحث اس قدر طویل ہے، کہ اس خط میں اُس کی گنجائش نہیں نکالی جا سکتی ہے، اس لئے محض اختصار کے طور پر چند اشارات کر دینا کافی ہوگا، اور در اصل اس بحث کا تصفیہ بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah
اس بحث سے بخوبی ہو سکتا ہے، جو بانیانِ مذہب کی لائف میں اُوپر مختصراً بیان کی گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ کسی مذہب کی اصلی اور واقعی تعلیم کا نمونہ بانیانِ مذہب ہی ہو سکتے ہیں، یا وہ اشخاص جنھوں نے اُن سے براہِ راست تعلیم پائی، بانیانِ مذہب جو نمونے پیش کرتے ہیں، اُن کی نسبت مَیں اُوپر کچھ اشارات کر چکا ہوں، باقی رہے ان کے وہ شاگرد جنھوں نے براہِ راست ان سے تعلیم پائی ہے، تو ہندوؤں کی حد تک اس کے معلوم کرنے کے لئے کوئی مواد موجود ہی نہیں، اور حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے بہت کم حالات موجود ہیں، اور جو کچھ ہیں، ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے، کہ وہ یہودیوں کو قابو میں رکھنے میں ناکام رہے۔ عیسےٰ علیہ السّلام کے شاگردوں میں کہ ایسے لوگ پیدا ہوئے، جنھوں نے چند روپوں کی خاطر خود عیسےٰ علیہ السّلام کو یہودیوں کے سپرد کر دیا جنھوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو (نعوذ باللہ) سُولی پر چڑھا دیا۔ (مرقس باب ۱۴۔ آیت ۱۰ تا ۱۱ اور ۴۳ تا ۵۰) اور باقی سب شاگرد آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے، بمقابلہ اس کے تاریخ شاہد ہے، کہ صحابہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عشق ومحبت و اطاعت کا وہ نمونہ دکھایا، جو دنیا میں اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آیا، پس ان نمونوں سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ جو اصول و قواعد اسلام نے پیش کئے ہیں، وہ انسان کے قوائے ظاہری و باطنی کی تکمیل و تربیت کے لئے کامل و اعلیٰ قواعد ہیں، جن کو کوئی دوسرا مذہب پیش نہ کر سکا، لیکن ان تعلیم یافتگان کے نمونوں کے علاوہ میں خود مذاہب کی تعلیم کے چند نمونے بھی پیش کر کے یہ ظاہر کرونگا، کہ کونسی تعلیم زیادہ مکمل، زیادہ آسان اور نتیجہ خیز ہے۔

توریت کی جن کتابوں اور ابواب کا مَیں نے حوالہ دیا ہے، وہ شریعت کی سختی اور پیچیدگی کو ظاہر کرتے ہیں، اسی طرح مقدّس مسکن کی تیاری کے طریقے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں، کہ عبادات میں کوئی سادگی و آسانی نہیں ہے، پوری توریت اسی قسم کے احکام و تعلیم و شریعت سے بھری ہوئی ہے، جو خود بنی اسرائیل کے لئے بھی دُوبھر ہو گئی تھی، اور وہ اُس کی پُوری اور کماحقہٗ تعمیل سے عاجز آ گئے تھے، اس تعلیم نے ان کے دلوں کو اتنا سخت بنا دیا تھا، کہ وہ بات بات پر اپنے انبیاء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا مقابلہ اور ان سے مقاتلہ کرتے تھے، اور ان کو اذیت دیتے تھے، بالآخر اس سختی سے ان کو علیحدہ کرنے کے لئے اور قلوب میں نرمی پیدا کرنے کے لئے انجیل کا نسخہ تجویز کیا گیا، جس میں توریت کی تعلیم کو نرم کیا گیا ہے، انجیل کی اخلاقی تعلیم کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاتا ہے، کہ وہ اس آسمان کے نیچے انسان کے لئے سب سے بہتر و اعلیٰ اخلاقی تعلیم ہے، پس ایک نظر اس اخلاقی تعلیم پر بھی ضروری ہے، توریت کی تعلیم یہ تھی، کہ آنکھ کے بدلے آنکھ، اور دانت کے بدلے دانت، لیکن انجیل میں تعلیم دی گئی ہے کہ:۔

۱۔ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے، دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔

۲۔ اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چغہ بھی اُسے لے لینے دے۔

۳۔ جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لیجائے تو اسکے ساتھ دو کوس چلا جا (متی ۵: ۳۸ تا ۴۱)

مَیں پوچھتا ہوں، کہ اس اعلیٰ و بہترین اخلاقی تعلیم پر کبھی دنیا میں کسی نے عمل کیا، یا کوئی خوددار آدمی جو دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے، اس پر عمل کر سکتا ہے؟ اگر نہیں، تو بہتر ہے، کہ یہ تعلیم بھی عیسےٰ علیہ السلام کے پاس آسمان پر ہی واپس بھیجدی جائے، اس تعلیم سے بجز عجز و بیکسی کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا، اور خود عیسےٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کی زندگی بھی مسکینی، غربت اور گمنامی ہی میں گذری، پس جو کوئی عیسائیت کی اس تعلیم پر عمل کرے گا، وہ بجز ذلت و مسکنت، ناکامی و نامرادی کے اور کچھ دنیا میں حاصل نہیں کر سکتا، توریت و انجیل کی اس مشکل، متضاد اور باہم مخالف تعلیم کے مقابلہ میں قرآن حکیم کی تعلیم ملاحظہ فرمائیے جو سراسر حکمت و اخلاق سے لبریز ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ	اور وہ لوگ جن پر بیجا زیادتی ہوتی ہے، تو
يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ	اپنا واجبی بدلہ لے لیتے ہیں، اور برائی کا
سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ	بدلہ ویسی ہی برائی ہے، اور جو شخص معاف
اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ	کردے، تاکہ اصلاح ہو، تو اس کا اجر اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ؕ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (شوریٰ - ۴)

ہی پر ہے، بے شک اللہ تعالےٰ ظلم کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا، اور جو شخص اپنا بدلہ لے بعد اِسکے کہ اس پر ظلم ہوا ہو، تو اس پر کوئی الزام نہیں، الزام انہیں پر ہے، جو ناحق دنیا اور لوگوں پر ظلم اور ملک میں زیادتی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کو دردناک عذاب دیا جائیگا، اور جو کوئی شخص صبر کرے، اور دوسروں کی خطا بخشدے (یعنی بدلہ نہ لے)، تو یہ ایک بڑی ہمت کا کام ہے (جس کی عزت کی جاتی ہے)

اب آپ انصاف کیجئے، کہ آیا یہ تعلیم اس زمانہ کے لئے صحیح ہوگی کہ خواہ مخواہ ہر ایک آدمی اپنے نقصان کا ہر ایک موقعہ پر بدلہ ہی طلب کرے، یا آنکہ ظالم کے ظلم کے آگے عجز سے لیٹ جائے، اور وہ ایک ظلم کرے، تو یہ دو ظلموں کی استدعا کرتا رہے، یا وہ تعلیم جو ہر قسم کے اعلیٰ وادنیٰ واوسط اخلاق کے آدمیوں کے مناسب حال ہو، یعنی اگر کوئی صبر کرے اور بخشدے، تو یہ ایک ایسا کام ہے، جو ایک ذی عزت اور حوصلہ مند کے شایانِ شان ہے، اور اگر کوئی اس شخص کو کہ جس کی نسبت معافی سے اصلاح کی امید ہے، معاف کر دے، تو یہ ایک اعلیٰ و حکیمانہ اخلاق ہے، یہ تینوں اخلاق ان آیات میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ اخلاق دراصل توریت و انجیل دونوں کے اخلاق کا عطر و مجموعہ ہے، اور عمل و اثر کے لحاظ سے ان سے بہتر ہوگیا ہے، جس پر ہر ایک زمانہ میں انسان فرداً فرداً بھی، اور مجموعی حیثیت سے بطور قوم کے بھی عمل کر سکتے ہیں، اور اس زمانہ کی بھی ہر ایک قوم خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، ہندو ہو یا دہریہ قرآنِ پاک کی تعلیم پر عمل کر رہی ہے، یہ عمل خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ، لیکن ہے بہرحال اس عالمگیر تعلیم کے مطابق، یعنی اگر کوئی دل کا نرم اور رحیم ہے، تو اپنے ستانیوالے کو معاف کر دیتا ہے، اور اگر کوئی خوددار اور عزت والا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے، تو بدلہ بھی لے لیتا ہے، اور اگر کوئی حاکمانہ یا حکیمانہ مزاج کا آدمی ہے، اور امید ہے، کہ اس ذریعہ سے اصلاح ہوجائے گی، تو بشرطِ اصلاح عفو بھی کر دیتا ہے، پس یہ تعلیم وہ تعلیم ہے، جو کسی زمانہ میں منسوخ نہیں ہوسکتی، اور کوئی انسان کسی زمانہ میں بھی ان تینوں حالات سے باہر نہیں رہ سکتا، اس لئے یہ تعلیم ہر زمانہ میں انسان کی ہدایت کے لئے قائم رہے گی۔

عبادت کے لئے آپ جانتے ہیں، کہ عیسائی و یہودی بغیر اپنے گرجے و صومعہ کے عبادت نہیں کر سکتے، بخلاف مسلمانوں کے کہ ساری زمین ہی مسجد ہے، جہاں کہیں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں، ویدوں کے دوسرے قانون و شریعت کو تو الگ رکھیئے، صرف عبادت کو دیکھ لیجئے، کہ آیا تمام اشخاص کے لئے اس زمانہ میں قابلِ عمل ہے، یا نہیں، وید میں عبادت دو طریقے کی ہے، ایک کو سندھیا اور دوسرے کو ہون کہتے ہیں۔ سندھیا صبح و شام دو وقت کی جاتی ہے حکم یہ ہے، کہ ہر ایک آدمی گھر سے باہر چلا جائے، اور ایک دوسرے سے علیحدہ کسی پانی کے مقام پر مثلاً تالاب، ندی، نالے پر بیٹھکر ایک خاص ترکیب سے سانس بند کرکے خدا کا دھیان کرے، یہ عبادت ممکن ہے، کہ ایک خاص گروہ یا چند اشخاص کے لئے آسان ہوسکے، مگر سارا شہر، سارا ملک اور ساری دُنیا اس پر کیونکر عمل کر سکتی ہے؟ اتنے تالاب اور ندی، نالے ہر ملک میں کہاں سے آئیں؟ اور ہر ایک موضع کے شریف آدمی کیونکر سارا شہر خالی کرکے گھر کے باہر چلے جائیں؟

دوسرا طریقہ ہون کا یہ ہے، کہ صبح و شام دونوں وقت آگ میں گھی، مٹھائی اور پھل ڈالے جائیں، ممکن ہے، کہ مکانوں میں کوئی اس پر عمل کر سکے، لیکن ریل و جہاز کے سفر میں شاید دشوار ہوجائے گا، اور پھر آخر اس کا نتیجہ کیا؟

قرآن کریم کی تعلیم روزہ، نماز، حج، اور زکوٰۃ سے آپ خود واقف ہونگے، اس لئے آپ اندازہ کر سکتے ہیں، کہ قرآن کریم کی تعلیم کا دوسری کتابوں کی تعلیم سے کیا مقابلہ ہے، دوسرے مذاہب میں وقت اور مقام کی تخصیص عبادت میں ہے، لیکن اسلام نے علاوہ ایسی عبادتوں کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابطال تثلیث

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو اردو سے اقتباس

.... اگر درحقیقت یہودیوں کو مسلسل طور پر نبیوں اور خدا کی مقدس کتابوں کے وسیلہ سے یہی تعلیم ملتی آئی تھی، کہ خدا درحقیقت تین ہیں، جن میں سے ایک مریم کا بیٹا ہے، تو اس صاف اور صریح تعلیم سے انھوں نے دقت پر انکار کیوں کیا، اور کیوں انکار پر اتفاق ہوگیا، کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ چودہ سو برس تک یہودی اس اعتقاد پر جمے رہے، کہ خدا تین ہیں، اور نجات خونِ مسیح پر موقوف ہے، اور پھر حضرت مسیح کے ظاہر ہونے سے انھوں نے اس پُرانے اعتقاد سے انکار کر دیا، اور اس قدر لمبے زمانہ تک جو تعلیم ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرگئی تھی، اس کو وہ یک لخت بھول گئے، ہاں یہ ممکن تھا کہ وہ ابن مریم کو خدا نہ ٹھہراتے، اور آئندہ کسی اور خدا کے منتظر رہتے، جو تین میں سے ایک ہوتا، اور کسی عورت کے پیٹ میں سے پیدا ہونیوالا ہوتا، مگر یہ ہرگز ممکن نہ تھا، کہ وہ ایسی متوارث اور مسلسل تعلیم کو بھول جاتے، جو ان کی نجات کا مدار تھی، اور جو برابر نبیوں کے ذریعہ سے چودہ سو برس تک ان کو دی گئی تھی، اور بجائے اس کے ایک ایسی توحید پر جم جاتے جو قرآنی توحید کے موافق ہے، اس بات کو تو کوئی عقل قبول نہیں کریگی، کہ درحقیقت یہ تعلیم تین خدا والی توریت اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں میں موجود ہے، کیونکہ اگر یہ سچ ہے، کہ یہ تعلیم توریت کی ہے، اور ہمیشہ اسرائیلی نبی یہی تعلیم اپنی امت کو ہر ایک زمانہ میں دیتے رہے تھے، اور ان کے بچوں کو یہی تعلیم مدارس میں سکھلائی جاتی تھی، کہ تمہارا خدا عیسےٰ ہے، جو ایک عورت مریم نام کے پیٹ سے پیدا ہوگا، تو پھر ہمیں ایک ایسے تواتر سے انکار کرنا پڑیگا۔ جو اجلیٰ بدیہیات کی طرح روشن ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ قدیم سے یہودی اپنی تالیفات اور تفسیرات کے ذریعہ سے یہی شہادت دیتے آئے ہیں، کہ ان کا خدا واحد لاشریک ہے، اور مرنے سے پاک ہے، اور جو کوئی عورت سے پیدا ہوا ہو، وہ خدا نہیں۔ پھر جس حالت میں بقول عیسائیاں ہر ایک نبی ان کو تثلیث کی تعلیم دیتا آیا ہے، تو وہ کتابیں ان کی کہاں گئیں۔ جن میں انھوں نے گواہی دی، کہ ہمیں یہی تعلیم ملی تھی، اور ایسی کھلی کھلی تعلیم کیونکر چھپ گئی، حالانکہ خدا نے نبیوں کے بھیجنے میں کچھ فرق نہیں کیا تھا، اور موسٰے سے یحیٰی یعنی یوحنا نبی تک متواتر نبی آئے، اور ان کا اصل کام یہی تھا کہ وہ تعلیم جو مدارِ نجات ہے، یہودیوں پر ظاہر کریں، پس انہوں نے کیا ظاہر کیا، پس اس بات میں کچھ بھی کلام نہیں، کہ جس تعلیم کو توارث کے طور پر یہودی پاتے آئے ہیں، وہ توحید ہی ہے، جیسا کہ یہودی آجتک یہی کہتے ہیں ❊

Digitized by Khilafat Library Rabwah
جو وقت سے تخصیص رکھتی ہیں، انسان کی ہر حرکت وسکون کو بھی عبادت کے اندر لے لیا ہے، قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔[1] اسلام اور دوسرے مذاہب کا کوئی مقابلہ عبادت اور اس کے اثر اور نتائج میں نہیں ہے، اسلام کی تعلیم کے مطابق آپ خواہ مسجد میں ہوں یا بازار میں، سفر میں ہوں یا حضر میں، باہر دوستوں میں مجلس آرا ہوں، یا اندرونِ خانہ خلوت میں، دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوں یا ان کی قید میں، سوتے ہوں یا جاگتے، غرضیکہ ہر حال میں مشغول اور حضوری سے مسرور رہ سکتے ہیں۔ ایک شخص ہے، جو سال یا مہینہ یا ہفتہ یا دن میں ایک یا دو مرتبہ خاص خاص لوگوں کو عمدہ اور مکلّف دعوت دیتا ہے، یہ شخص ضرور قابلِ تعریف اور فیاض ہے، لیکن یہ شخص باوجود ساری فیاضی کے اس شہنشاہ کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے جس نے اپنے تمام مملوک و رعایا کے لئے بلاتخصیص یہ انتظام کر دیا ہے، کہ ان کو ہر گھڑی و ہر ساعت و ہر ایک خلوت و جلوت میں ہر ایک سفر و حضر میں ہر پہلو میں نعمتوں کا ذخیرہ مہیا و تیار رہے، یہاں تک کہ جب وہ رفع حاجت کے لئے جائیں، یا پلنگ پر سونے کے لئے، ہر جگہ ان کیواسطے الوان ہائے نعمت تیار رہیں، یہی حالت اسلام کی ہے، اور اس کا پیش کردہ خدا رحیم وکریم قدرت والا اور شہنشاہ ہے، جس نے اپنے بندوں کو اپنے پاس حاضر ہونے کے لئے سارے راستے کھول دیئے ہیں، اور ان کے لئے نعمتوں کے انبار لگا دیئے ہیں، صرف گرجا و صومعہ و مندر پر نعمتوں کا حصول اور اس کی حضوری کا راستہ منحصر نہیں رہا ہے، پس اسلام اپنی اعلیٰ اور مکمل تعلیمات اور بہترین عبادت کی وجہ سے بھی تمام مذاہب پر حق ترجیح رکھتا ہے۔

اگر خدا نے توفیق عطا فرمائی، اور آپ نے ضرورت سمجھی، تو میں انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کی ہر ایک تعلیم کے متعلق یہ ظاہر کر سکونگا، کہ وہ کیونکر انسانی ظاہری و باطنی قویٰ کی تکمیل و تربیت کرتی ہے، فی الحال یہ مختصر اشارات کافی سمجھیئے، خط طویل ہو گیا ہے، اور ابھی دوسرے سوالات کی نسبت بھی کچھ لکھنا ہے، اس لئے میں اس ترجیح کی بحث کو یہیں پر ختم کرتا ہوں۔

[1] تو کہدے میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خلاصہ اس طویل بحث کا یہ ہے کہ اسلام کو تمام موجودہ مذاہب پر بوجوہ ذیل ترجیح دیجاتی ہے،

وجہ اوّل یہ ہے، کہ سوائے قرآن کریم کے دوسرے مذاہب کی کتابیں آمیزش و تحریف سے محفوظ نہیں ہیں۔

وجہ دوم یہ ہے، کہ دوسرے مذاہب مختص القوم یا مختص الزمان تھے، اس لئے وہ اب قابلِ عمل نہیں رہے۔

وجہ سوم یہ ہے، کہ دوسرے مذاہب کے بانی اور انکے شاگردوں میں مذہب کی تعلیم کا کامل و صاف نمونہ نہیں ملتا ہے۔

وجہ چہارم یہ ہے، کہ اسلام کی تعلیمات بمقابلہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات کے یسیر العمل و کثیر المنافع اور صاف و سادہ ہیں، جس پر ہر زمانہ میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ آپ یہ خیال نہ کیجیئے گا، کہ وجوہ ترجیح یہیں ختم ہو گئے، اسلام کی ترجیح دوسرے مذاہب پر اپنے اندر بہت کچھ قوت و دلائل رکھتی ہے، مَیں نے بر سبیل اختصار چند وجوہ کو بیان کر دیا ہے، اگر آپ ضرورت خیال کرینگے، تو اور بھی لکھا جائیگا، فی الحال اسی قدر کافی ہے، یہ جواب آپکے سوال نمبر (۱) کے جزء الف اور سوال نمبر (۲) کے جزء الف کا ہے۔ سوال نمبر (۱) کے ضمن (ب) کا مختصراً جواب یہ ہے، کہ اسلام کی تعلیم پر کامل طور پر عمل نہیں کیا جاتا، ورنہ ؎

طالبِ لعل و گہر نیست و گرنہ خورشید ہم چناں در عملِ معدن و کانست کہ بُود

سوال نمبر (۲) کے بقیہ ضمنوں کا جواب حسب ذیل ہے:۔

(ب) جب آپ نے اس زمانے میں پیغمبر کی ضرورت تسلیم کر لی، تو شناخت بھی آپ کے لئے دشوار نہیں رہیگی، بلاشبہ اس زمانے میں ایک مامور من اللہ و مصلح کی ضرورت ہے، احادیث و قرآن سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، اور تمام اقوام عالم اس زمانہ میں ایک مصلح کی منتظر ہیں، اور ظاہر ہے، کہ مصلح سب کا ایک ہی ہو سکتا ہے، اگر ہر قوم میں علیحدہ علیحدہ مصلح آئیگا، تو مصلح کیا مفسد ہو گا، اس لئے ساری اقوام عالم کا ایک ہی مصلح ہے، اگرچہ اس کا نام ہر قوم اپنی زبان و اصطلاح کے مطابق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تجویز کرتی ہے، پس ایسے مصلح کی شناخت کا سب سے بڑا ذریعہ ضرورت زمانہ ہے، اس کے بعد اس کی تعلیم اور خود اس مصلح کا ذاتی کیریکٹر۔ اگر مصلح کو خود کوئی نہ دیکھ سکے، تو اُس کے اوّل شاگردوں اور اوّل المؤمنین کا کیریکٹر اس کے کیریکٹر کی اصلی اور صحیح شہادت بن جاتا ہے۔

ہماری جماعت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مصلح موعود تسلیم کر چکی ہے، اور ان کے دعویٰ اور دلائل کے متعلق میں آپ کو کتابیں بھیج چکا ہوں، اور کتاب "دعوۃ الامیر" کے پڑھنے کی خاص طور پر سفارش کرتا ہوں، اس کتاب میں شناخت کے دلائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

(ج) انسان کا ذریعہ نجات صرف فضل الٰہی ہوا کرتا ہے، البتہ جس پر فضل الٰہی ہوتا ہے، اس کو اعمال صالحہ کی توفیق بھی عطا کی جاتی ہے، ہم کسی پیغمبر کو نجات دہندہ نہیں بلکہ صرف ہادی تسلیم ہیں۔ "نجات دہندہ" اسلام کی اصطلاح نہیں، عیسائیوں کی اصطلاح ہے، مسلمان نجات دہندہ صرف خدا تعالےٰ کو مانتے ہیں۔

(د) رُوح کے انجام کی نسبت کوئی عقیدہ اسلام میں ضروری التسلیم نہیں، رُوح خواہ ابدی ہو اور ہمیشہ باقی رکھی جائے، یا فنا کر دی جائے، بہر حال اس کی اصلاح کی فکر ضروری ہے، رُوح کے انجام کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔

(ھ) اس دنیا میں ہم اور آپ جس چیز کو حقیقی سمجھتے ہیں، ان سب سے بڑھکر دوزخ اور جنّت کی حقیقت ہے، وہ محض فرضی مقامات نہیں ہیں۔

(و) روح ابدی ہے یا نہیں؟ کبھی فنا ہو گی یا نہیں؟ ان سوالات کو مذہب سے کوئی قریبی تعلق نہیں ہے، لیکن بہر حال یہ ظاہر ہے، کہ کوئی ابدیت ایسی نہیں ہو سکتی، جو خدا کی ابدیّت کے مقابل میں آجائے، مذہب نے "حیات ابدی" کی کوئی اصطلاح قائم نہیں کی ہے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہب کیا ہے؟

فلسفۂ اخلاق اور عبادات

(از حقانی - ایم - اے)

(۵)

مذہب کے متعلق ایک عام غلط فہمی پائی جاتی ہے، کہ وہ مجموعہ ہے چند رسوم اور عبادات کا، اور اسے دنیا کے معاملہ سے نہ کوئی واسطہ ہے، نہ تعلق۔ بس ایک خدا کی یاد ہے، اور وہ بھی لفظی کسی جگہ سے پھر آنا، یا چلّو بھر پانی پی لینا، یا کسی دریا میں غوطہ لگا آنا، تمام پاپوں اور گناہ کی آلائشوں کو دھو ڈالتا ہے، اور اس صفائی کے بعد اللہ اللہ، یا رام رام کی رٹ لگانے سے معرفت کی تمام منازل طے ہو جاتی ہیں، رقص و سرود کے ساتھ رام رام جپو، قوالی اور تال کے ساتھ وجد میں آؤ، راتوں کو جاگ کر قلب پر اِلّا اللہ کی ضرب لگاؤ، یہ سب حجاب اور جہل کے پردے چاک کر کے رکھ دینگے، اور تم خدا کو بے حجاب دیکھ لوگے۔ کسی دریا کے کنارے، یا گھنے جنگل میں، کسی پہاڑی کی کھوہ میں، یا ہمالہ کی چوٹیوں پر، کسی خانقاہ میں، یا کسی مسجد کے حجرے میں بیٹھے چلّے کھینچو، اور سلوک کی تمام منازل طے ہو جائیں گی، اور تم مقصدِ حیات کو پالوگے، اللہ کو یاد کیا جاتا ہے تو زندگی کے مسائل سے الگ رہ کر، روزے رکھے جاتے ہیں، تو نفس کشی یا رسم کو پورا کرنے کے لئے، زکوٰۃ دی جاتی ہے تو بے انتظام، اپنی مرضی سے رسمی طور پر اور ریاء واحسان کے جذبات سے ملوّث ہو کر، حج کیا جاتا ہے تو حاجی کا خطاب پانے کے لئے، بس یہی کچھ مذہب ہے اور اسے دُنیا سے کچھ تعلق نہیں، مذہب کا خانہ الگ ہے، اور دنیا کا الگ، اور ان کے درمیان ایک ایسی حدِ فاصل ہے، جس کو عبور نہیں کیا جا سکتا، ان عبادات کا نہ ان کے اخلاق پر کچھ اثر پڑتا ہے، نہ ماحول پر۔ بسا اوقات ایسے مذہبی آدمی یبوست زدہ، زہد و اتقا کے گھمنڈ میں تنگ خیال و تنگ نظر، عبادات پر نازاں و مغرور نظر آتے ہیں، اور حسنِ اخلاق سے معرا، تمدن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ومعیشت، اقتصاد وسیاسیات سے کورے، نالائق اور نکمے، بیکار اور دنیاداروں کے محتاج۔
عوام مذہبی رسوم بجالاتے ہیں، مگر بغیر سوچے اور سمجھے، اگر ان کا کچھ اثر ہوتا ہے تو عبادت خانوں تک ہی چھوڑ آتے ہیں، اور جب دنیا میں قدم رکھتے ہیں، تو وہی دنیا کے قوانین ہیں اور دستور۔ ان کے نزدیک مذہب کا خانہ الگ ہے، اور دُنیا کا الگ، مذہبی عبادات پنڈتوں اور ملاؤں کے کہے کے مطابق بجالاؤ، اور دُنیا، دُنیا کے طریقوں سے کماؤ، ان کو آپس میں ملنے کبھی نہ دو، اس طرح دین اپنی جگہ محفوظ رہتا ہے، اور دُنیا اپنی جگہ پر، اور کپلنگ (Kipling) کے شرق وغرب کی طرح یہ دونوں کبھی مل نہیں پاتے۔

یہی وجہ ہے، کہ تعلیم یافتہ طبقہ اور ان کے پیرومرشد مغربی علماء، عبادات کو مذہبی رسوم قرار دیتے ہیں، اور زندگی کے لئے ایک بے کار شغل۔ سیاسی مدبرین اسی لئے مذہب کو ایک انفرادی، اور دل کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیز سمجھتے ہیں، جسے سیاست واقتصاد، تمدن ومعاشرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، ان کے نزدیک مذہب چند اعتقادات ورسوم کا مجموعہ ہے، جنھیں دُنیا کے مسائل سے کوئی واسطہ نہیں، طفل تسلیاں ہیں، اور ذہنی نابالغوں کے لئے کھلونے، انہیں اپنی کھیلیں کھیلنے دو، اور دُنیا پر خود مسلط رہو۔ میرے خیال میں روسی اشتراکیین نے مذہب کو انہی معنوں میں عوام کی افیون قرار دیا ہے، جو انہیں زندگی کے مسائل سے الگ، غافل اور لاپرواہ رکھتی ہے، اور خود غرض حکومتیں اور نفس پرست مذہبی مقتدا اپنے مطلب نکالنے کے لئے انہیں آلۂ کار بنائے رکھتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں، کہ دُنیا کی اکثر قوموں میں مذہب کھیل تماشا بن کر رہ گیا ہے، اور مسائل حیات سے غیر متعلق۔ لامذہبوں کے اعتراضات میں ایک حد تک صداقت اور واقعیت پائی جاتی ہے، مجھے اس وقت ان تمام اسباب وعلل سے بحث کرنا منظور نہیں، جن کی وجہ سے مذہب کی یہ حالت ہوئی، بالخصوص یورپ میں جس کی وجہ سے ایک طرف لامذہب فرقہ پیدا ہوا، اور دوسری طرف کانٹ اور ٹالسٹائی جیسے مذہبی آدمیوں نے گرجوں میں جانا چھوڑ دیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مَیں اس وقت عبادات کے متعلق صرف احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا نقطۂ نگاہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا، اور اس مسئلہ کی تفہیم کے لئے ایک مجمل سا اخلاقیاتی پس منظر بھی پیش کیا جائیگا۔

ہر ایک اخلاقی عمل کے تین پہلو ہوتے ہیں:۔

اول۔ محرکات (Motives)

دوم۔ اس کی ظاہری شکل یا ہیئت (Form)

سوم۔ مقصود اور نتائج (End & consequences)

مغربی اخلاقیین نے اخلاقی معیار کو قائم کرتے ہوئے صرف ایک ایک پہلو پر زور دیا ہے اور ان روایتی اندھوں کی طرح جنہوں نے ہاتھی کے صرف ایک ایک عضو کو دیکھکر جُزء کو کُل قرار دیا، اخلاقیین نے بھی صرف ایک پہلو ہی کو اخلاقی عمل کا کُل قرار دیدیا ہے، اسی وجہ سے ان میں ایک اختلافِ عظیم پایا جاتا ہے۔

کانٹ (Kant) نے اپنے مخصوص انداز میں ثابت کیا ہے، کہ دُنیا میں کوئی چیز نیک نہیں کہی جاسکتی، سوائے نیک نیت کے۔ ایک عمل ظاہری شکل میں کتنا ہی اخلاقی کیوں نہ نظر آتا ہو، اخلاقیات کی نظر میں وہ اسی صورت میں اخلاقی عمل ہوگا، جب اس کا محرّک اخلاقی قانون ہو، اور انسان تمام جذبات و دیگر جبلّی محرکات سے پاک ہوکر محض اخلاقی قانون کے قطعی حکم کے ماتحت اسے بجا لاوے۔ مثلاً اولاد کی پرورش و تربیت ایک اخلاقی فرض ہے، اگر ایک انسان جبلی محرکات، اولاد کی محبت، اور ان کی ترقی کی تمنّا اور ...... ہم عصروں میں ان کی ترقی پر فخر کے جذبات سے مملوؑ ہوکر ان کی تربیّت کرتا ہے، تو بظاہر وہ ایک اخلاقی عمل ہے، مگر حقیقۃً وہ اخلاق کے ماتحت نہیں آتا، یہ عمل اسی صورت میں اخلاقی ہوگا، جب وہ اخلاقی قانون کے قطعی حکم کے ماتحت تمام نفسانی خواہشات سے خالی ہوکر محض اخلاقی فرض کے طور پر بجا لایا جاوے، اور جب اس اخلاقی عمل کو مذہبی رنگ دیا جاتا ہے تو اخلاقی قانون (Divine command) الٰہی حکم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو جاتا ہے، اور ہم اس عمل کو اسی صورت میں مذہبی طور پر اخلاقی عمل سمجھینگے، جب وہ محض خدا وند تعالےٰ کے حکم کی پیروی میں کیا جاوے، اور خَالِصَۃً لِلّٰہِ اس کے حکم کی تعمیل میں تمام نفسانی ملونیوں سے پاک ہو کر فرض کے کامل احساس کے ساتھ بجا لایا جاوے۔ کانٹ نے گویا ایک رنگ میں مشہور حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کی تفسیر کی ہے۔ ہجرت ایک مذہبی فعل ہے، ظاہری شکل اس کی یہی ہے، کہ اپنے وطن کو چھوڑ دیا جائے، لیکن ایک شخص اگر مال و دولت کے لئے یا کسی عورت کی خاطر اپنا وطن چھوڑتا ہے، تو اُسے ہم مذہبی فعل نہیں کہیں گے۔ اس کے برخلاف ایک شخص خدا کے لئے اور اس کے حکم کے ماتحت اپنا وطن، گھر بار اور عزیز و اقارب کو چھوڑتا ہے، تو یہ مذہبی طور پر ایک اخلاقی فعل ہو گا۔

سچ کے اخلاقی فعل ہونے میں کوئی کلام نہیں، مگر ایک شخص اُسے الٰہی حکم یا اخلاقی قانون سمجھتے ہوئے نہیں، بلکہ اپنی نفسیاتی اغراض کے ماتحت، اپنے فائدے کی خاطر، یا کسی زبردست کے دباؤ کے ماتحت یا انتقام وغیرہ کے جذبات سے مملوٗ ہو کر سچ بولتا ہے، تو وہ درحقیقت اخلاقی فعل نہیں، کیونکہ اس کا اصل محرک یہ جذبات ہیں، نہ کہ نیکی کا جذبہ، اور وہ ان جذبات کے ماتحت جب اسے جھوٹ فائدہ دے، جھوٹ بولیگا۔

اسی طرح اگر ایک شخص قوتِ مردمی سے محروم ہے، یا اپنی عزت کی خاطر، یا جرأت رندانہ سے محروم ہو کر، یا زبردست کے خوف سے، یا اسباب کے مہیا نہ ہونے کی وجہ سے زنا نہیں کرتا، درآنحالیکہ اس کی خواہش ایسا کرنے کی ہے، تو یہ کوئی اخلاقی عمل نہ ہو گا۔ چوری نہ کرنا اسی وقت اخلاقی فعل ہو سکتا ہے، جب انسان کو گرفتاری و سزا کا خوف نہ ہو، ضرورت و طبعی خواہش کا اقتضاء بھی ہو، حالات بھی موافق ہوں، مگر خدا کے حکم کے ماتحت، نہ کہ کسی اور کے ڈر سے، اس سے اجتناب کرے۔

ایسے ہی غریبوں کی مدد ہے، اگر ایک انسان نیک نامی کی خاطر، خطاب پانے کے لئے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا ان کو ممنونِ احسان بنا کر اپنا کام نکالنے کے لئے اور اسی قسم کے دیگر جذبات کے ماتحت غریبوں اور محتاجوں کا بہی خواہ (*Humanitarian*) بنتا ہے، تو ظاہری شکل ہیں گو یہ ایک اخلاقی عمل ہے، مگر حقیقۃً خالص اخلاقی محرک نہ ہونے کے باعث اخلاق کے دائرے کے اندر نہیں آسکتا۔ علیٰ ھذا القیاس انسانی اعمال فلسفیانہ نقطۂ نگاہ سے اسی وقت اخلاقی سمجھے جاتے ہیں، جب وہ اخلاقی قانون کے قطعی حکم کے ماتحت ہوں اور ان کا اخلاقی قانون کے سوا اور کوئی محرک نہ ہو، اور مذہبی نقطۂ نگاہ سے الٰہی حکم کی خالص بجا آوری کے ماتحت، نہ کہ کسی اور محرک کے نتیجہ میں، ظہور پذیر ہوں۔

اسی طرح اس حکم کی بجا آوری کے متعلق نتائج کا خیال نہ ہو، یعنی نتائج مقصود نہ ہوں، کیونکہ اس صورت میں وہ مزعومہ نتائج محرک بن جائینگے، نہ کہ اخلاقی، یا الٰہی حکم، اور اس طرح خلوص نیت میں فرق آجائے گا۔ علاوہ ازیں نتائج کا ظہور خدا کے ہاتھ میں ہے، اور ہم نہیں جانتے، کہ وہ کب اور کس رنگ میں ظہور پذیر ہوں، اس لئے نتائج پر نگاہ رکھنا محرک کو ضعیف کر دیتا ہے، اس کے متعلق توکل علی اللہ اخلاقی فرض ہے۔

پس ایک مذہبی آدمی کے نزدیک اخلاقی فرض وہ ہے، جس میں انسان بداعمالی پر قادر ہو، اس کے محرکات بھی موجود ہوں، اور نتائج بھی دل کو للچانے والے، مگر وہ خدا کے حکم کے ماتحت، تمام نفسانی اغراض سے پاک، تمام نتائج کے خوف یا لالچ سے آزاد ہو کر خالص اللہ تعالےٰ کے لئے بجا لاوے۔

اخلاقی قانون کی شکل یا ہیئت (*Form*) کی تعیین کے لئے کانٹ نے چند اصول پیش کئے ہیں، مثلاً ان کا عالمگیر ہونا، اندرونی منطقی تضاد سے پاک ہونا، انسانوں کی شخصیت کو قائم رکھتے ہوئے انہیں ذرائع (*Means*) نہیں، بلکہ مقصود (*End*) سمجھنا وغیرہ، مجھے یہاں ان اور دیگر اخلاقیین کے پیش کردہ اصولوں سے بحث نہیں، اس قسم کے تمام عقلی مسائل پر ایک اصولی بحث اس سے پیشتر ایک قسط میں کی جاچکی ہے جس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں عقل والہام کا رشتہ بیان کیا گیا ہے۔

مذہبی طور پر اخلاق کو سمجھنے کے لئے تین ذرائع ہیں، اور تینوں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، اوّل فطرتِ انسانی، دوم عقل اور تجربہ و شواہد، سوم الہام و وحی۔

فطرتِ انسانی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے، کہ ضمیر اخلاقی اعمال کا فیصلہ کرنے کے لئے صحیح ذریعہ نہیں، کیونکہ مختلف ممالک میں مختلف انسانوں کی ضمیریں مختلف فیصلے صادر کرتی ہیں، ایک میں ایک فعل بد ہے، اور دوسری میں وہی نیک، اس طرح ایک ایسا جھگڑا پیدا ہوتا ہے، جو کبھی طے نہیں ہوسکتا۔

اصل میں یہ دِقت انسانی فطرت کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، قرآنِ حکیم میں آتا ہے، وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (الشمس-۱) ان آیات میں انسانی نفس کی تکمیل کا ذکر ہے، اور بتایا گیا ہے، کہ خداوند تعالےٰ نے انسانی فطرت میں نیک و بد کی تمیز ودیعت کردی ہے، وہی شخص فلاح پاسکتا ہے، جو اسے پاک وصاف رکھے، اور ترقی وارتقاء کا موقعہ دے، اور جس نے اسے خراب کردیا، وہ خائب وخاسر رہ گیا۔ یہاں زَكّٰهَا اور دَسّٰهَا کے الفاظ قابل غور ہیں، زَکّٰی کے معنے پاک وصاف کرنے، ترقی دینے اور ارتقاء بڑھنے کے ہیں، اور دَسّ کے معنے ڈھانپ یا چھپا دینے اور اس طرح خراب کردینے کے ہیں پس انسانی فطرت اگر اپنی اصلی حالت میں ہو، اور ماحول اور رسم ورواج کی گرد اس پر نہ چھا گئی ہو، تو وہ نیک و بد میں تمیز کرسکتی ہے، اور اس فطرت کی پاکیزگی وارتقاء انسانی کو فلاح کے مقام تک پہونچا دیتی ہے۔ اسی طرح عقل بھی نیک و بد کی تمیز میں ممد ومعاون ہوسکتی ہے، اور تجربہ ومشاہدہ بھی، لیکن ان سے زیادہ قابلِ اعتماد وہ ذریعہ ہے، جسے الہام و وحی کہتے ہیں، کیونکہ مزکی نفوس ہی خدا تعالےٰ سے تکلم کا شرف حاصل کرسکتے ہیں، اس لئے ان پر جو وحی والہام ہوتا ہے، وہ ہر قسم کے شک وریب سے پاک ہوتا ہے، پس اخلاقی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اعمال کی ظاہری شکل و ہیئت (Form) کا فیصلہ الہام کرتا ہے، جس کی تائید فطرت صحیحہ، عقل، تجربہ و مشاہدہ سبھی کرتے ہیں، اسلام کے نزدیک اخلاقی قوانین قرآنِ حکیم میں ملتے ہیں، اور ان میں یقین اندھی تقلید نہیں، بلکہ وہ عقل و تجربہ، اور فطرت صحیحہ سے اپیل کرنے پر درست ثابت ہو سکتے ہیں۔

اب سوال رہ جاتا ہے مقصود و نتائج کا۔ مقصودِ حیات پر گذشتہ قسط میں بحث کر آیا ہوں، باقی رہے نتائج، تو بے شک اخلاقی اعمال فلاح پر منتج ہوتے، اور شیرین ولذیذ ثمر لانے ہیں، اور یہ نہ صرف افراد کے لئے ہوتے ہیں، بلکہ تمام عالم کے لئے، مگر یہ یاد رہے، کہ ہم ایک اخلاقی عمل کی قدر و قیمت ظاہری نتائج پر نہیں رکھتے، کیونکہ نتائج کا ظہور خداوند تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے، ہم نہیں جانتے، کہ ان کے نتائج کب اور کیسے ظہور پذیر ہوں، پس اخلاقی اعمال کا محرک اطاعتِ احکامِ الٰہی ہے اور منبع کلام الٰہی، جس کی تصدیق عقل و فطرتِ صحیحہ کرتے ہیں، اور نتائج خداوند تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں، انسان کا فرض اطاعت ہے، اور یہ کہ نتائج کے متعلق اللہ تعالےٰ پر کامل اعتماد و توکّل رکھے، کیونکہ وہ ظاہر ہو کر رہتے ہیں، گو ہم انہیں نہ سمجھ سکیں۔

بعض لوگوں نے خوشی و راحت کو اخلاقی اعمال کا نتیجہ قرار دیا ہے، مگر یہ بات ایسی بدیہی طور پر غلط ہے، کہ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے انہیں دُور از کار تاویلات کرنی پڑی ہیں، مجھے اس وقت اس سے تفصیلی بحث کرنا منظور نہیں، صرف نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں، کہ خوشی ایک اضافی چیز ہے، اور اس کا اپنا مستقل کوئی وجود نہیں، یہ ایک ضمنی چیز ہے، جو انسان کی خواہشات کے پورا ہونے پر ظہور میں آتی ہے، ایک چٹخورے کی خوشی اسی میں ہے، کہ اسے لذیذ کھانے ملیں، ایک عالم کی خوشی کسی علمی نکتہ کے ملنے میں، اور ایک اللہ والے کی خوشی اپنا سب کچھ اسی کی راہ میں فدا کر دینے میں، اور ضرورت پڑے، تو دار پر کھنچ جانے میں بھی اس کے لئے ایک راحت ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اولیاء اللہ کے صفات و مدارج

(درس القرآن فرمودہ سیدنا امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ؕ (یونس - ۷)

سُنو۔ جو (لوگ) اللہ (تعالیٰ) سے سچی محبت رکھنے والے ہیں، ان پر نہ کوئی خوف (مستولی ہوتا) ہے اور نہ وہ غمگین رہتے ہیں۔ (یعنی وہ لوگ) جو ایمان لائے اور تقویٰ کو (ہمیشہ) لازم حال رکھتے تھے، انکے لئے (اس) ورلی زندگی میں (بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے) بشارت (پانیکا انعام مقرر) ہے، اور بعد والی (زندگی) میں بھی۔ اللہ (تعالیٰ) کی (فرمودہ) باتوں میں (قطعًا) کوئی تبدیلی نہیں (ہوسکتی) یہی (وہ کامیابی) ہے جو بڑی (عظیم الشان کامیابی کہلا سکتی) ہے ؛

اَلَا تنبیہ کے لئے، اور ہوشیار کرنے کے لئے آتا ہے، گویا کہ فرماتا ہے، کہ اچھی طرح سُن رکھو، اس جگہ اس کے معنے خبردار کرنا اردو محاورہ کے لحاظ سے صحیح نہیں، کیونکہ خبردار ڈرانیکے لئے آتا ہے، مگر یہاں تو ایک مبارک مضمون ہے، کیونکہ اولیاء کو خوشخبری دی گئی ہے، اس لئے خبردار رکھنے کا موقع نہیں، اس لئے اس کا ترجمہ "سُنو" کیا گیا ہے۔

لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ کے معنوں میں لوگوں نے غلطی کی ہے، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف نہیں آتا، حالانکہ عربی زبان میں خِفْتُ عَلَیْكَ کے معنے ہوتے ہیں، کہ میں ڈرا کہ تجھ کو کوئی نقصان نہ پہونچے، اور خِفْتُ عَلٰی نَفْسِیْ کے یہ معنے ہوتے ہیں، کہ میں ڈرا کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہونچ جائے، اس جگہ اس محاورہ کے مطابق یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے، صرف فرق یہ ہے، کہ نسبت کو حذف کر دیا گیا ہے، اور مراد یہ ہے، کہ لَا یَخَافُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ یعنی اپنے نفس کے متعلق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب ایک مومن الٰہی احکام بجالاتا ہے، تو اس کے دل پر ایک سکینت، ایک نور اور ایک روحانی سرور کی لہر دوڑ جاتی ہے، پس خوشی مقصود نہیں، بلکہ یہ اعمال کی ایک ضمنی پیداوار ہے۔

اخلاقی اعمال کی بجا آوری ایک جدوجہد، اور متواتر جہاد کی طالب ہے، انسان اپنے گردوپیش کے حالات میں ایسا گھرا ہوتا ہے، کہ بداثرات، رسم ورواج، سوسائٹی کا اثر ورسوخ اور اس کے نتیجے میں انسانی عادات اسے بسا اوقات بے حس بنا دیتی ہیں، وُہ بہت سے بداعمال کرتا ہے، اور اُسے پرواہ ہی نہیں اور وہ جانتا ہی نہیں، کہ وہ کوئی بدی کر رہا ہے، اس کی فطرت پر پردے پڑے ہوتے ہیں، وہ بداثرات کے لحافوں میں لپٹا ہوُا گہری نیند سوتا ہے، اس کی فطرت خوابیدہ اور اس کے نفس پر غفلت طاری ہوتی ہے، اس حالت کا نام قرآنی الفاظ میں نفسِ امّارہ ہے۔

ایک وقت آتا ہے، اور انسانی فطرت انگڑائی لیتی ہے، آنکھیں وا ہونے لگتی ہیں، اور مُنہ سے لحاف سرک جاتا ہے، تو وہ نورِ حقیقت کی ایک جھلک دیکھ پاتا ہے، اس کی فطرت نیک وبد میں تمیز کرتی، اور اس کا نفس اس کی بداعمالیوں پر لعنت ملامت کرتا ہے، وہ اُٹھتا ہے اور گر پڑتا ہے، وہ قائم وثابت نہیں ہونے پاتا، ایسی اخلاقی حالت کو نفس لوامہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے، یہ عادات وفرائض کی باہمی کشمکش اور انسانی فطرت کی جدوجہد جاری رہتی ہے، تا آنکہ وہ وقت آتا ہے، کہ نورِ حقیقت اس پر چھا جاتا ہے، اور اس کے کسی کونہ میں تاریکی نہیں رہتی، اس کا نفس رام، اور شیطان مسلمان ہوجاتا ہے، وہ غالب آجاتا ہے، اور نفس پر حکمران، اس کا نفس اور اس کی تمنّائیں، اس کے جوارح اور ان کی حرکات، اس کا دل اور اس کی واردات، سب رضاء الٰہی کے ماتحت آجاتے ہیں، اور وہ صِبْغَۃَ اللہ میں رنگین ہو کر نفسِ مطمئنّہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے، کانٹ نے بھی اس درجہ کی طرف Holy Will (مقدس ارادہ) کے الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخلاق کی جو تعریف سطور بالا میں کی گئی ہے، اس میں بتایا گیا تھا، کہ اخلاقی عمل وہ ہے، جو خالصۃً للہ، اس کے حکم، اور اس کی رضاء کے ماتحت بجالایا جاوے، اور اس میں نہ کسی قسم کی طبعی یا نفسانی جذبات کی ملاوٹ ہو، اور نہ نتائج و عواقب کی ترغیب و ترہیب، خدا کا یہ حکم ہے، اس لئے اسے بجالانا فرض ہے، وبس، الٰہی حکم اس کا محرک ہونا چاہیئے، نہ کہ کوئی اور جذبہ یا چیز۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے، کہ اس میں گویا انسان کو طبعی جذبات سے عاری کرنے کی تعلیم دی ہے، یہ ایک نہایت ہی افسوسناک غلط فہمی ہے، محبت اور اس قسم کے دیگر جذبات طبعی ہیں، جب طبعی حالت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں، تو ان پر اخلاق کے لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا، مگر جب یہ الٰہی امر کے ماتحت ظہور پذیر ہوتے ہیں، تبھی اخلاق کے تحت میں آسکتے ہیں، پس اپنی اولاد، عزیز و اقارب، ہم وطنوں یا بنی نوع انسان سے محبت و ہمدردی کے جذبات سے عاری ہونے کو نہیں کہا گیا، بلکہ بتایا یہ گیا ہے، کہ یہ طبعی جذبہ محرک نہ ہو، بلکہ محرک امر الٰہی ہو، اور خداوند تعالےٰ کی رضاء کے ماتحت ظہور میں آئے۔

روزمرہ کی زندگی میں اصولوں سے نہیں، بلکہ خاص حالات، خاص مواقع سے واسطہ پڑتا ہے۔ اخلاقی قوانین کتنے ہی واضح کیوں نہ ہوں، خاص حالات اور خاص مواقع میں ان کو فی محلہ و فی مواقعہ بجالانا ایک نہایت ہی دشوار امر ہے، انسانی عقل غلطی کھا سکتی ہے، اس لئے گو نیت نیک ہی کیوں نہ ہو، اور محرک امر الٰہی ہی کیوں نہ ہو، تب بھی محل و موقع کا ٹھیک شعور نہ ہونیکی وجہ سے انسان خطا کر سکتا ہے، اس لئے ضروری ہے، کہ انسانی فطرت میں اتنا نور ہو، اور ایمانی بصیرت اس قدر تیز ہو، اور خدا کی ہدایت و نصرت اتنی شامل حال ہو، کہ وہ ٹھیک وقت اور صحیح محل پر اس اخلاقی عمل کو بجالاوے، الٰہی ہدایت و رہنمائی، خدائی مدد و نصرت اور ربانی فضل و رحمت کے بغیر انسان جادۂ مستقیم پر قائم نہیں رہ سکتا، اسی حقیقت کے پیش نظر کانٹ کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا ہے، کہ اخلاقی عمل کی بجا آوری کے لئے قادر خدا میں ایمان و یقین، اور اسکی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محبت و فضل لازمی ہیں۔

اب سوال یہ ہے، کہ خدا کی ذات میں یہ کامل یقین، اس کی محبت سے لبریز دل، انسانی فطرت کا جلا، پاکیزگی وارتقاء، الٰہی مدد و تائید اس کا فضل و رحمت کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں؟ جواب ہے عبادات سے۔ پس عبادات رسم و رواج نہیں، خالی وضعداری اور ظاہری نمود و نمائش نہیں، بلکہ ان کے پیچھے ایک حقیقت ہے ـــــ ایک ایسی حقیقت جس کے بغیر اعمالِ صالحہ کی بجا آوری ممکن ہی نہیں۔

اسلام نے عبادات کے اغراض و مقاصد میں ان کے اخلاق پر اثر کو نہایت ہی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ مثلاً نماز ہی کو لیجئے، مگر کونسی نماز؟ وہ نماز جو لاپروائی، غفلت و بے خبری کے عالم میں نمود و ریاء کے لئے، عادتاً و رسماً نہیں، بلکہ حقیقی معنوں میں ادا کی جاتی ہے، ریاکاری کی نماز کے متعلق تو قرآن حکیم میں آتا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ (الماعون - ۱)

ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ بعض لوگ اخلاق سے عاری، دین کو جھٹلانیوالے اور مکافاتِ عمل سے لاپرواہ ہوتے ہیں، نہ انہیں یتیموں کی دلداری منظور ہے، نہ مساکین کی خبر گیری، اور نہ لوگوں کو فائدہ پہونچانے کی تڑپ، بلکہ اُلٹے فیض رسانی کے ذرائع کو مسدود کرتے ہیں، اور لوگوں کو دکھاوے کے لیئے نمازیں پڑھتے ہیں، اور عبادت کے مفہوم و مقاصد سے ناآشنا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے نماز بجائے نعمت ہونے کے لعنت بن کر گلے کا ہار ہو جاتی ہے، اس سورۃ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے، کہ نماز اخلاق پر کتنا گہرا اثر چھوڑتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ یعنی نماز ہر قسم کی ظاہری اور پوشیدہ بدیوں سے بچاتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح روزوں کو لیجئے، ان کے متعلق خداوندی ارشاد ہے، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ؁ (بقرہ۔۲۳)

یہاں بھی روزوں کی غرض تقویٰ قرار دی گئی ہے، اور اس آیت سے ماقبل رکوع میں جو لَیْسَ الْبِرَّ سے شروع ہوتا ہے، اخلاقی احکام بیان فرمائے گئے ہیں، پھر روزوں کے احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے، شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ۔ یعنی رمضان میں قرآن حکیم اترا، جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے، اب اخلاق کے اجمالی پسِ منظر کے ساتھ اس آیت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، کہ کس طرح روزے انسان کی ہدایت و تقویٰ کے لئے ممد و معاون ہیں، اور اخلاقی اعمال کی بجاآوری کے لئے لازمی۔

حج کے متعلق الٰہی ارشاد ہے، وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ یعنی پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے لئے، اور اس کے بعد اخلاقی احکام دیتے ہوئے فرماتا ہے، وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی یعنی توشہ لو اور بہترین توشہ تقوےٰ ہے۔

اسی طرح ذکر عباداتِ الٰہی میں سے ہے، اور اس کی غرض بتاتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ، یعنی آگاہ ہو جاؤ، کہ اللہ کے ذکر سے قلوب اطمینان پاتے ہیں، اور انسان نفسِ مطمئنہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

پھر قربانی کو لیجئے، وہاں بھی اس کے اخلاقی اثرات پر زور دیا گیا ہے، فرمایا لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ یعنی اللہ تک نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ لہو، بلکہ اسے وہ چیز پہونچتی ہے، جو تمہارے اندر پیدا ہوتی ہے، یعنی تقویٰ۔

زکوٰۃ کے لفظ ہی میں پاکیزگی اور ترقی و ارتقاء کے مطالب پائے جاتے ہیں، اور پھر صدقات کے متعلق آتا ہے، خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَةً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا، یعنے

؁ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جیسے تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوگوں کے مالوں سے صدقہ لے، اور اس طرح ان کو پاک کر، پس صدقات کا منشاء بھی تزکیہ نفوس ہے

الغرض اسلامی عبادات محض رسم ونمود نہیں، اور نہ چند الفاظ کی رٹ اور چند حرکات کی نمائش ہے، بلکہ ان کے پیچھے ایک حقیقت ہے، اور ان کے نتائج میں اخلاقی ارتقاء اور فلاح۔

مَیں بتا آیا ہوں، کہ اخلاقی اعمال کی برمحل بجا آوری کے لئے خدا کی محبت، رہنمائی، مدد اور نصرت کی ہر آن ضرورت ہے، اور اس حقیقت کو کانٹ ایسے فلسفی بھی تسلیم کرتے ہیں، قرآن حکیم نے عبادات کے اخلاقی پہلو کو ایک بصیرت افروز مثال سے سمجھایا ہے، چنانچہ فرمایا، فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا، اللہ کو یاد کرو، جس طرح تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی بڑھکر۔ اس آیت میں جہاں الہٰی توحید کو خوبصورتی سے سمجھایا گیا ہے، وہاں باپ بیٹے کے تعلقات کی طرف بھی ایک لطیف پیرایہ میں اشارہ کیا گیا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے، جب باپ دن بھر کے کام کاج کے بعد گھر آتا ہے، تو بچے ابا ابا کہکر اس سے لپٹ جاتے، اور اس سے محبت کے اظہار میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی سعی کرتے ہیں، وہ اس کے گھٹنے کو پکڑ لیتے، اچھلتے، کودتے اور اس کی گود میں آنا چاہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے، کہ ابا اُسے سب سے پہلے پیار کرے، وہ نہ صرف اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ باپ کی طرف سے محبت کا اظہار بھی چاہتے ہیں، اور ایک دوسرے سے اس میں سبقت لے جانے کی تمنّا رکھتے ہیں۔ پھر کیا تم نے کبھی نہیں دیکھا، کہ بچے بیٹھے بیٹھے محبت کے جوش میں ابا ابا پکارتے رہتے ہیں، وہ اس کے فراق میں تڑپتے، اور چاہتے ہیں، کہ وہ آئے اور اس سے لپٹ جائیں۔ باپ کا ذکر انہیں تسکین، اور اس سے لپٹ جانا راحت بخشتا ہے، پھر یہی نہیں، بلکہ جب وُہ باپ کی انگلی پکڑ کر چلتے ہیں، تو ہر ایک نئی چیز کے متعلق پوچھتے جاتے ہیں، اگر انگلی چھوٹ جائے، انہیں ٹھوکر لگے، اور وہ گر پڑیں، تو بے اختیار چلّا اٹھتے ہیں، ابا، اس صدا میں ایک التجا ہوتی ہے، کہ وہ آئے اور ان کی گرد جھاڑ کر اُٹھالے، انہیں کام کرتے دیکھو، جب انہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مشکل پیش آتی ہے، وہ کر نہیں پاتے، یا کوئی ایسی روک آتی ہے، جسے وہ دور نہیں کر سکتے، تو ابا کو پکارتے ہیں، تا وہ آئے، اور ان کی نہ صرف مدد کرے، بلکہ آئندہ کے لئے رہنمائی بھی، جب انہیں چوٹ لگتی ہے، اور مصیبت میں گھر جاتے ہیں، تو بے اختیار چلّا اٹھتے ہیں، ابّا، تا وہ آئے اور ان کو گود میں لے لے، اس سے لپٹ لپٹ کر رونا انہیں تسکین دیتا، اور اس کی تسلّیاں اور پیار زخم پر مرہم کا کام دیتا ہے، اور جب وہ ان کو ایذا دینے والے کو سزا دیتا ہے، تو اس میں ان کے لئے ایک اطمینان ہوتا ہے، اور امید کہ وہ دشمنوں سے بچائے جائینگے، اور ان کا باپ ان کے ایذا دینے والوں سے بدلہ لیگا، جب انہیں انعام ملتا ہے، یا ہدیہ، کوئی کھانے کی چیز یا نیا کپڑا، کھلونا یا کوئی اور چیز، تو وہ خوشی سے اچھلتے، کودتے اور ہمعصروں کو دکھاتے پھرتے، اور باپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں، اور شکر گزاری کے جذبات سے مملوّ۔ علاوہ ازیں جب وہ باپ کی خوبیوں اور اعلےٰ صفات کو دیکھتے، اور اس کی طاقت و دانائی پر نظر کرتے ہیں، تو ان کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہوتی ہے، کہ وہ اس کی تقلید کریں، اور اس جیسے بن جائیں۔

اس مثال سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں، جو عبادت کا مقصود ہیں۔ (۱) توحید پر کامل یقین (۲) محبت کے اظہار میں خدا کو بار بار یاد کرنا (۳) صفات الٰہیّہ پر غور اور اس کے فضل و احسان کو یاد کر کے اظہارِ شکر و امتنان (۴) اللہ کی صفاتِ حسنہ کا ذکر اور اپنے اندر پیدا کرنے کی خواہش و التجاد تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ) (۵) جہادِ زندگی میں جو لغزشیں و خطائیں ہوئی ہیں، ان کے لئے توبہ و استغفار، ماحول و گرد و پیش کی جو گرد و غبار پڑی ہے، اس سے پاکیزگی و طہارت، (۶) مقصودِ حیات، اور فرائض زندگی کو پُورا کرنے کیلئے استعانت (۷) فرائض کو سمجھنے، اور جادۂ مستقیم پر چلنے کے لئے رہنمائی و ہدایت کی طلب (۸) خدا کی محبت میں گداز، الٰہی رنگ میں رنگین ہو کر محرکاتِ اعمال میں خلوص کا پیدا ہونا، وغیرہ وغیرہ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ نماز زندگی سے کوئی بے تعلق چیز نہیں، بلکہ وہ لوگ جو عرصۂ حیات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں قدم رکھتے ہیں، انہیں ہر آن ضرورت ہے، کہ خدا کے ہاں حاضر ہوں، اور اس کی محبت میں گداز ہو کر محرکات میں خلوص و زور پیدا کریں، اور گذشتہ خطاؤں سے پاک ہو کر آئندہ کے لئے مدد ونصرت، ہدایت اور رہنمائی پائیں، ورنہ ان کے لئے فرائض حیات کو پورا کرنا ناممکن ہے۔ عبادت کی لذّت وہی پا سکتے ہیں، جو مصروفِ عمل ہیں، بے کار نکموں کے لئے یہ ایک بے جان چیز ہے، اور رسم وریا، اور لعنت ہو کر ان کے گلے کا ہار۔

کہا جا سکتا ہے، کہ تنہائی میں آرام وسکون سے بیٹھکر یہ باتیں اچھی طرح پیدا کی جا سکتی ہیں، مگر وہ اِس کو بھول جاتے ہیں، کہ اسلام نے اسے انفرادی نہیں، بلکہ اجتماعی شکل دی ہے اور اسلامی عقائد، نصب العین اور لائحہ عمل کا خلاصہ پیش کر دیا ہے، یہی وجہ ہے، کہ نماز کو مومنوں کا معراج کہا گیا، اور اس کو عملاً ترک کرنے والا کافر قرار دیا گیا ہے۔

یہ خدا کے حضور سب کا مل کر حاضر ہونا ہے، پاک و مطہر خدا کے نور سے منوّر، اس کی نصرت و تائید، ہدایت و رہنمائی سے فیض یاب ہو کر عرصۂ حیات میں قدم رکھنا ہے۔ تا وہ اپنے اندر اور باہر خدا کی جنّت کا نمونہ قائم کر دیں۔

انسان زندگی کے کاروبار میں غلطیاں وخطائیں کرتا ہے، اور قصاب کی چھُری کی طرح اس پر چربی چڑھ جاتی ہے، فرائض کی بجا آوری میں تگ و دو کرتا ہے، اور ماحول کا گرد وغبار اس پر چھا جاتا ہے، تو وہ خدا کے حضور آتا ہے، پھر پاک و مطہر ہو کر اور صیقل و تیز ہو کر اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے، کہ ہر نماز سے پہلے وضو ہے، اور ان اعضاء کو دھونا جن پر آلائش لگتی، یا جو کاروبارِ زندگی میں گرد آلود ہوتے ہیں، یہ تصویری زبان میں اس بات کا اظہار ہے، کہ اسی طرح میں رُوح کی آلائشوں اور گرد وغبار کو صاف کرنے کے لئے خدا کے ہاں جاتا ہوں؛ وہ لوٹ کر منبعِ حیات کی طرف آتا ہے، یہی معنے توبہ کے ہیں، وہ خدا کے ہاں لوٹتا ہے، اگر اس سے خطائیں اور قصور ہوئے ہیں، تو وہ مایوس نہیں ہوتا، اگر وہ تاریکی میں گھر گیا ہے، تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہیں ٹامک ٹوئیے نہیں مارتا رہتا، بلکہ خدائی نور کی طرف واپس آتا، اور جانتا ہے، کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ، نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں، نور کی ایک ضیاء سے تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔

پھر وہ اسلامی تعلیم، اسکے نصب العین ولائحہ عمل کا اعلان کرتے ہُوئے تمام عالم کو صلوٰۃ کی طرف بلاتا ہے، جو فلاح کی کلید ہے، اور پھر شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے ہو جاتے، اور اپنے میں سے ایک متّقی و عالم کو امام بنا کر خدا کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ اکبر کی صدا کے ساتھ اس جہانِ رنگ و بُو سے مُنہ موڑ کر ایک ایسے دربار میں جاتے ہیں، جو زمان و مکان سے ماوراء ہے، اور وہ کچھ حاصل کرتے ہیں، جس کا ذکر اجمالاً اوپر کیا گیا ہے، اور خدا کے ہاں سے دنیا کے لئے سلامتی و امن کا پیام لیکر لوٹتے ہیں، اور دائیں بائیں اس کا اعلان اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ کے الفاظ سے کرتے ہیں۔

مضمون طویل ہُوا جا رہا ہے، اذان، اقامت، امامت، اور صلوٰۃ کی تمام تفصیلات پر بحث کی گنجائش نہیں، صرف ایک اعتراض کا جواب دینا ہے، وبس۔

کہا جاتا ہے، کہ نماز عربی میں ہے، اور لوگوں کی سمجھ سے باہر، اس لئے اس کا پڑھنا بے سود ہے، لیکن اگر معترضین غور کرتے، تو انہیں معلوم ہوتا، کہ ایک عالمگیر اتحاد و اخوّت کیلئے ایک عالمگیر زبان کی ضرورت ہے، نماز کو عربی زبان میں فرض کر کے مسلمانوں کے لئے ایک نصاب مقرر کیا ہے، کہ وہ کم از کم نماز اور قرآن حکیم کے مطالب سمجھتے ہوں، اگر مسلمان اس نکتہ کو سمجھتے، اور اس پر عمل پیرا ہوتے، تو دنیا میں مسلمان سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہوتے، اور انکے بین الاقوامی تعلقات مضبوط و استوار ہوتے، اگر ہم قرآنی زبان کو بول چال، تحریر و تقریر میں استعمال کریں، اور ہر ایک مسلمان قرآن حکیم اور نماز کو سمجھتا ہو، تو ایک عالمگیر زبان کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے، پس مسلمانوں کا فرض ہے، کہ کم از کم اس تعلیمی نصاب کو پُورا کریں، اور جو شخص عربی جانتا ہوگا، اسے مادری زبان بھی آتی ہوگی، اس طرح گویا وہ ایک قومی زبان جانتا ہوگا، اور ایک بین الاقوامی، اور جس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قوم کا ہر ایک فرد اتنا تعلیم یافتہ ہو، اس کی ترقی کے امکانات کتنے وسیع ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں نماز تمام دنیا کے مسلمانوں میں ایک رابطۂ اتحاد پیدا کرتی ہے، اور وہ جب نماز پڑھ رہے ہوں، تو ایک شکل، ایک ہیئت، ایک زبان اور مقررہ الفاظ کی وجہ سے کامل یگانگت کا ثبوت دیتے ہیں، یہ تو ہے نماز کی عالمگیر شکل، باقی انفرادیت کے لئے بھی اس میں گنجائش ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے، کہ اپنی زبان میں، اپنی قابلیت اور اپنی ضروریات کے مطابق نماز کے اندر ضرور دعائیں کرو، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

"کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ، کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے، کہ خود پاک ہو جاوے، مگر تم اس نعمت کو کیونکر پا سکو؟ اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے، جہاں قرآن میں فرماتا ہے، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو، نماز کیا چیز ہے؟ وہ دعا ہے، جو تسبیح و تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے، سو جب تم نماز پڑھو، تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو، کیونکہ انکی نماز اور انکا استغفار سب رسمیں ہیں، جنکے ساتھ کوئی حقیقت نہیں، لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے، اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے، باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کیا کرو، تا ہو کہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔" (کشتی نوح صفحہ ۶۳)

پس نماز میں اجتماعی و انفرادی ضروریات سب کو مدنظر رکھا گیا ہے، اور انفرادی و اجتماعی اصلاح و ترقی کیلئے مرکزیت پر زور دیا گیا ہے، اہلِ محلہ کو پنجوقت اپنی محلہ کی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنیکا حکم ہے، تو اہلِ شہر کو جمعہ کی نماز ایک جامع مسجد میں، اور اہل علاقہ کو عیدین کی نماز ایک کھلے میدان میں، اور پھر تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع ہونا ہے، جسے حج کہا جاتا ہے۔

بالآخر ایک نکتہ بیان کرکے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں، نماز میں صداقت کا ایک معیار بھی بتایا گیا ہے، وہی لوگ حق پر ہیں، جو ایک جماعت کے نظام میں منسلک اور ایک امام کے پیچھے کھڑے ہیں، پس دُنیا میں چاروں طرف پھر جاؤ، اور دیکھو کہ کہاں اسلامی جماعت پائی جاتی ہے، جو ایک مرکز بھی رکھتی ہے، اور امام بھی — ایسا امام جو تمام دنیا کو للکارتا ہے، کہ آؤ خدا کے قرب کے نشانات میں میرا مقابلہ کر لو، مبارک ہیں وہ لوگ جو حق کو قبول کرتے، اور...

...اس جماعت میں شامل ہو کر برحق امام کی اقتداء میں شیطانی طاقتوں سے جنگ کرتے، اور آسمانی بادشاہت کے قائم کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسیح محمدی کا پہلا طوس مسجد لنڈن میں

(از جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن)

یوم التبلیغ مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء کی میٹنگ کی صدارت کے لئے مَیں نے کرنل مانٹیگو ولیم ڈگلس سے درخواست کی، جو انہوں نے نہایت خوشی کے ساتھ قبول فرمائی، میٹنگ کا انتظام احاطہ مسجد کے باغ میں کیا گیا تھا، کرنل ڈگلس نومسلم انگریزوں سے مل کر بہت خوش ہوئے، میٹنگ کی کارروائی تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی، جو ایک انگریز نومسلم مسٹر بلال نٹل نے کی، اس کے بعد کرنل ڈگلس نے فرمایا، کہ میرا احمدیہ جماعت سے یہ تعلق ہے، کہ میں نے ایک مقدمہ کا جو بانئے جماعت کے خلاف دائر کیا گیا تھا، فیصلہ کیا تھا، نیز فرمایا، کہ ڈاکٹر کلارک جس نے یہ مقدمہ دائر کیا تھا، اس کی شکل تو مجھے بالکل یاد نہیں رہی، البتہ مرزا صاحب کی شکل مجھے خوب یاد ہے، مَیں نے قلم سے ایک دفعہ ان کی تصویر کھینچی تھی، پھر جب مَیں نے ان کی فوٹو دیکھی، تو بعینہٖ اس کے مطابق پائی، ان کے بعد مندرجہ ذیل مضمون جو مَیں نے "مقدس بانئے جماعت احمدیہ" کے موضوع پر لکھا تھا، حاضرین کو پڑھکر سنایا،[1]

سب سے پہلے مَیں نے بیان کیا، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض وہی تھی، جو پہلے انبیاء کی بعثت کی تھی، یعنی آسمانی نشانوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دینا، اور صراط مستقیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرنا، تا ان کا اپنے خالق سے تعلق مضبوط ہو۔ پھر میں نے براہین احمدیہ سے چند پیشگوئیاں ذکر کر کے کہا، کہ اس وقت میں ان پیشگوئیوں کے

[1] مضمون کا ابتدائی حصہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آباء و اجداد کی مختصر سوانح اور حضور کے دعویٰ سے پہلے کی پاکیزہ زندگی اور آپ کے دعویٰ اور اس پر اہل مذاہب کی مخالفت کے ذکر پر مشتمل تھا، میں نے یہاں درج نہیں کیا، میری غرض اس جگہ اس حصہ کو قارئین کے سامنے پیش کرنا ہے، جس کا تعلق زیادہ تر ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ سے تھا، اور جس کا فیصلہ کرنل ڈگلس نے کیا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یقین رکھتے ہیں، کہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہونچے گا، نہ یہ کہ کوئی خطرہ انہیں پیش نہیں آئیگا۔

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہیں یہ بتایا کہ ان کو ماضی کا بھی صدمہ نہ ہوگا، اس فقرہ میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے، کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالےٰ ان غلطیوں کے صدمات سے بھی محفوظ رکھتا ہے، جو اعلیٰ مقامات کے حصول سے پہلے وہ کر چکے ہوں۔ کیا ہی محفوظ مقام ہے، دنیا کی کوئی طاقت آئندہ اور ماضی کا ذمہ نہیں لے سکتی، صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، جس سے تعلق پیدا کر کے انسان کامل چین پا سکتا ہے، مگر افسوس کہ لوگ اسی طرف سب سے کم توجہ کرتے ہیں، اور اپنے دردوں کا علاج ان دروازوں سے تلاش کرتے ہیں، جہاں سے سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بعض جگہ جو انبیاء کی نسبت خوف اور حُزن کا لفظ استعمال ہوا ہے، وہاں خوف اور حُزن ان کی اپنی ذات کے متعلق نہیں ہوتا، بلکہ دوسروں کی نسبت ہوتا ہے، اور دوسروں کی نسبت خوف اور حُزن کا پیدا ہونا عذاب نہیں کہلا سکتا، بلکہ یہ تو ایک اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے، کہ انسان دوسروں کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھے، اور ان کے درد میں شریک ہو، انہی معنوں کی رو سے حُزن کا لفظ حضرت یعقوبؑ کے لئے استعمال ہوا ہے، وہ حُزن اپنی ذات کے متعلق نہ تھا، بلکہ اپنی اولاد کی نسبت تھا جو گنہ گار ہو کر خدا سے دُور جا رہی تھی، اور یہ حزن عین رحمت تھا، اسی طرح حضرت زکریا کی نسبت آتا ہے، اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَائِيْ، اپنے بعد مَیں اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں کہ میرے کام کو خراب نہ کر دیں، یہ خوف بھی ثواب کا موجب اور نیکی کا اعلیٰ نمونہ ہے، کیونکہ یہ خوف اپنی ذات کی نسبت نہیں، بلکہ اس امر کے متعلق ہے، کہ لوگ گمراہ نہ ہو جائیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ اس آیت میں اولیاء کی صفت بتائی ہے، کہ وہ ایمان میں کامل اور تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ولایت کی تشریح فرمائی ہے، اور وہ گویا اس آیت کی تفسیر ہے، پس مَیں اُسے بھی اس جگہ بیان کر دیتا ہوں، آپ فرماتے ہیں:۔

اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُؤْتٰى بِاَهْلِ وِلَايَةِ اللّٰهِ فَيَقُوْمُوْنَ بَيْنَ يَدَيِ

Digitized by Khilafat Library Rabwah
کے وقوع کی تفصیل بیان نہیں کرونگا، بلکہ صرف ایک پیشگوئی کا تفصیل سے ذکر کرنا چاہتا ہوں، جو ۱۸۹۳ء میں اور پھر اس کے بعد ۲۹ جولائی ۱۸۹۷ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام کی تھی، اور جس کے پورا ہونے میں آج کی میٹنگ کے صدر کا نہایت گہرا تعلق ہے۔

واقعہ یہ ہے، کہ ۱۸۹۳ء میں عیسائیوں کے ساتھ ایک مباحثہ قرار پایا، جس میں عیسائیوں کی طرف سے مناظر عبداللہ آتھم ریٹائرڈ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے، اور مسلمانوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام، مقامِ مباحثہ امرتسر تھا، یہ مباحثہ پندرہ روز تک جاری رہا، دورانِ مباحثہ میں اور اس سے پہلے بھی عبداللہ آتھم اور دوسرے عیسائی آسمانی نشان کا مطالبہ کر چکے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباحثہ کے آخری دن فرمایا:۔

"اُس (خدا تعالیٰ) نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے، کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے، اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے، اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا، اور اس کو سخت ذلت پہونچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔" (جنگِ مقدس صفحہ ۱۸۸)

اس پیشگوئی کے بعد عبداللہ آتھم پر خوف مستولی ہوگیا، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو بدزبانی وہ کیا کرتا تھا، اسے اس نے ترک کر دیا، اور یہ مدت خاموشی میں گذاری، اس کی اندرونی حالت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان الفاظ میں اطلاع دی،

"اِطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ وَلَا تَعْجَبُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔ وَبِعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ وَنُمَزِّقُ الْاَعْدَاءَ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ۔ اِنَّا نَكْشِفُ السِّرَّ عَنْ سَاقِهٖ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ترجمہ:۔ خدا تعالیٰ نے آتھم کے فکر و پریشانی اور غم پر اطلاع پائی، اور اس کو مہلت دی، جب تک کہ وہ بیباکی اور سخت گوئی اور تکذیب کی طرف میل کرے۔ اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا وے (یہ معنے فقرہ مذکورہ کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تفہیم الٰہی سے ہیں مسیح موعود) خدا تعالیٰ کی یہی سنّت ہے، اور تو ربانی سُنتوں میں تغیر و تبدل نہ پائیگا ...... تعجب مت کرو، اور غمناک مت ہو، اور غلبہ تمہیں کو ہے، اگر تم ایمان پر قائم رہو، مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے، کہ تو ہی غالب ہے، ہم دشمنوں کو پارہ پارہ کر دینگے، یعنی انکو ذلّت پہونچیگی، اور انکا مکر ہلاک ہو جائیگا، ...... اور ہم (اس پوشیدہ بات کی) حقیقت کو کھول دینگے، اور فتح کے دلائلِ بیّنہ ظاہر کرینگے، اور اس دن مومن خوش ہونگے" (تذکرہ صفحہ ۲۵۲ بحوالہ انوار الاسلام)

ان الہامات کی بناء پر جب عبد اللہ آتھم سے مطالبہ کیا گیا، کہ وہ قسم کھا کر بتائے، کہ اس پر اس پیشگوئی کی وجہ سے اسلام کی عظمت ظاہر نہیں ہوئی، اور اس نے اپنی پہلی حالت کو تبدیل نہیں کیا؟ تو اس نے باوجود چار ہزار روپیہ انعام پیش کئے جانیکے حلف اٹھانے سے انکار کیا، اور حق کو چھپایا، تب سنّت الٰہی کے مطابق وہ چند ماہ کے بعد جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا، مر گیا۔

مذکورہ بالا الہامات میں یہ صاف طور پر بتایا گیا تھا، کہ چند عیسائی جو مباحثہ آتھم سے تعلق رکھنے والے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کوئی سازش کرینگے، لیکن اللہ تعالیٰ اس پوشیدہ مکر کی حقیقت کو ظاہر کردے گا۔

پھر ۲۹ر جولائی ۱۸۹۶ء کو آپ نے یہ خواب دیکھا کہ" ایک صاعقہ مغرب کی طرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے، نہ اس کے ساتھ کوئی آواز ہے، اور نہ اس نے کوئی نقصان کیا ہے، بلکہ وہ ایک ستارہ روشن کی طرح آہستہ حرکت سے میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے، اور میں اس کو دور سے دیکھ رہا ہوں، اور جبکہ وہ قریب پہونچی، تو میرے دل میں تو یہی ہے، کہ یہ صاعقہ ہے، مگر میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھا، جس کو میرا دل صاعقہ سمجھتا ہے، پھر بعد اس کے میرا دل اس کشف سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا، اور مجھے الہام ہوا، مَا هٰذَآ اِلَّا تَهْدِيْدُ الْحُكَّامِ یعنی یہ جو دیکھا اس کا بجز اس کے کچھ اثر نہیں، کہ حکام کی طرف سے کچھ ڈرانیکی کارروائی ہوگی، اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا" (تذکرہ صفحہ ۲۹۹)

نیز آپ کو الہام ہوا :-

"مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلّت اور اہانت اور ملامتِ خلق، اور پھر اخیر حکم اِبْرَاء یعنی بے قصور ٹھہرانا" (تذکرہ صفحہ ۳۰۲)

یہ الہامات اس طرح پورے ہوئے، کہ ایک نوجوان لڑکے عبد الحمید کو چند عیسائی پادریوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈرا دھمکا کر اس سے یہ کہلوایا، کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو جو ایک عیسائی مشنری اور آتھم کے مباحثہ میں اس کا دستِ راست اور خاص معاون و مددگار تھا، قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ چنانچہ یکم اگست ۱۸۹۷ء کو ڈاکٹر مذکور نے مسٹر اے۔ جے مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کی عدالت میں اس مضمون کی ایک درخواست دی، کہ ایک نوجوان عبدالحمید نامی کو مرزا غلام احمدؐ قادیانی نے اس کو قتل کرنیکے لئے بھیجا ہے، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر نے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کیا، مگر بعد ازاں یہ معلوم کر کے کہ اس کو اختیار قانونی حاصل نہیں ہے، اس نے وارنٹ منسوخ کر کے کاغذات مقدمہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کے پاس بھیجدیئے، اور اس وقت اس عہدہ پر کپتان ڈگلس تھے جو اب کرنیل ہیں، اور آج کی میٹنگ کے صدر ہیں، عبدالحمید نے ان کے سامنے بھی پہلے وہی بیان دیا، جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کے روبرو دیا تھا، اس کے متعلق کرنیل ڈگلس کے فیصلہ سے چند فقرات یہ ہیں۔[1]

"۱۰ اگست سے ۱۳ اگست تک شہادت جاری رہی۔ عبدالحمید اس وقت تک بالکل بعض ماتحت عیسائیوں کی نگرانی میں رہا، ہم نے بذاتِ خود اس کے بیان کو جیسا کہ ہے، نہایت ہی بعید العقل خیال کیا، اس کے اس بیان میں جو اس نے امرتسر میں لکھایا، بمقابلہ اس بیان کے جو میرے سامنے لکھایا، اختلافات ہیں، اور ہم اس کی وضع قطع سے جبکہ وہ شہادت دے رہا تھا مطمئن نہیں ہوئے تھے، اس کے علاوہ ہم نے یہ معلوم کیا، کہ جتنی دیر تک وہ بٹالہ میں مشن کے ملازموں کی نگرانی میں رہا، اتنی ہی اس کی شہادت مفصل اور طویل ہوتی گئی ...... اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا، کہ یا تو کوئی شخص یا اشخاص اس کو سکھلاتے ہیں، یا یہ کہ اس کو اور زیادہ علم ہے، جتنا کہ وہ اب تک ظاہر کر چکا ہے، لہذا میں نے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر لیمار چنڈ سے کہا، کہ عبدالحمید کو مشن ہاؤس سے اپنی ذمہ داری میں لے لیں، اور پھر اس کا بیان لیں، جب انہوں نے ایسا کیا، اور اس کا بیان لینا شروع کیا، تو وہ بغیر دھمکانے اور بغیر وعدہ معافی کا انتظار کرنے کے زار زار رونے لگا، اور مسٹر لیمار چنڈ کے پاؤں پر گر پڑا، اور کہا، کہ وہ ملازمانِ مشن کی سازش سے جن کی تحویل میں وہ تھا برابر جھوٹ بولتا رہا ہے، وہ کئی روز تک

[1] اس مقدمہ کی ساری کارروائی کی مصدقہ نقل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف کتاب البریہ میں صفحہ ۱۲۹ سے ۲۶۲ تک درج کی ہے، فیصلہ اور گواہوں کے بیانات کے اقتباس اسی سے لئے گئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہرے میں رکھا گیا، اور سخت مصیبت میں گرفتار رہا، اور فی الحقیقت اس نے خودکشی کا ارادہ کر لیا تھا، لہذا اس نے مسٹر لیمار چنڈ کے سامنے پورا پورا بیان کر دیا، اور یہ کہ وہ مرزا صاحب کی طرف سے نہیں بھیجا گیا تھا، اور جو کچھ اس نے مرزا صاحب کے خلاف کہا، وہ تین عیسائیوں، عبدالرحیم، وارث دین، اور پریم داس کے سکھلاوے پر کہا۔ اس نے یہ بھی اقرار کیا، کہ سکھلانے والے اسے نام اور پتے زبانی یاد کراتے تھے، اور بعض کے نام بھی پنسل سے اس کی ہتھیلی پر لکھدیتے تھے، اور عبدالحمید نے یہ بھی کہا، کہ جب اس نے سب سے پہلا بیان ان کے کہنے کے مطابق دیا، تو انہوں نے کہا کہ اب ہمارے دل کی مراد پوری ہوگئی۔"

یہ تفاصیل لکھکر کرنل ڈگلس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس الزام سے جو آپ پر لگایا گیا تھا، بری قرار دیا۔

ایک بڑی حکمت اس مقدمہ کے دائر ہونے میں یہ تھی، کہ اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے مماثلت قائم کرنا چاہتا تھا، چنانچہ اس مقدمہ سے مندرجہ ذیل دس مماثلتیں ثابت ہوئیں۔

پہلی مماثلت۔ جس طرح حضرت عیسےٰؑ کے ایک مرید یہودا اسکریوطی نے یہودیوں سے روپیہ ملنے کی طمع میں آکر حضرت مسیحؑ کو گرفتار کروایا، اسی طرح اس مقدمہ میں ہوا، کہ عبدالحمید نامی ایک نوجوان نے اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا مرید بتا کر عیسائیوں کی طمع دہی میں آکر انکے سکھلانے پر حضرت مسیح موعودؑ پر ارادہ قتل کا الزام لگایا، تا آپ کو گرفتار کیا جائے۔

دوسری مماثلت۔ لوقا ۲۳ میں لکھا ہے، کہ جب پیلاطوس کو معلوم ہوا، کہ مسیح گلیل کا رہنے والا ہے، اور اس کے مقدمہ کی سماعت کا اختیار گلیل کے حاکم ہیرودیس کو ہے، تو اس نے مسیح کو ہیرودیس کے پاس بھیجدیا، جو اس وقت یروشلم میں مقیم تھا، جس نے کچھ تحقیق کرنے کے بعد پھر اُسے پیلاطوس کے پاس بھیجدیا،۔۔۔ اسی طرح اس مقدمہ میں ہوا، یعنی جب اے۔ جے مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کو ابتدائی کارروائی کرنے اور وارنٹ گرفتاری جاری کرنیکے بعد اس امر کا علم ہوا، کہ اسے اس مقدمہ کی سماعت کا حق نہیں ہے، تو اس نے کاغذات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کو بھیجدیئے، اور لکھا۔

"میں نے وارنٹ جاری کرنا روک دیا ہے، کیونکہ یہ مقدمہ میرے اختیار میں نہیں ہے، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے پاس کارروائی کے لئے بھیجا جاوے۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میٹنگ کے افتتاح پر کرنل ڈگلس نے مجھ سے کہا، اور اب اپنے ایک خط میں بھی انہوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے، کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر بھی اس مقدمہ کے سُننے کا مجاز تھا، کیونکہ وقوعہ اس جگہ کا تھا، میں نے کہا، اس طرح یہ مشابہت اور زیادہ قوی ہوجاتی ہے، یعنی جیسے پہلے پیلاطوس اور ہیرودیس دونوں مسیحؑ کے مقدمہ کی سماعت کا اختیار رکھتے تھے، ویسے ہی یہاں امرتسر اور گورداسپور کے حاکموں کو اس مقدمہ کے سُننے کا اختیار تھا، لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایک عدالت سے دوسری عدالت میں مقدمہ منتقل ہونیکی مشابہت بھی قائم کر دی۔

تیسری مماثلت۔ پیلاطوس نے مسیح موعود کے متعلق کہا تھا، کہ مَیں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا یعنی اس کو بے قصور قرار دیا تھا، (یوحنا ۱۹/۴) اسی طرح کپتان ڈگلس نے عین عدالت میں ڈاکٹر کلارک کے رُوبرو حضرت مسیح موعودؑ سے کہا، کہ مَیں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا،

چوتھی مماثلت: جس طرح مسیح علیہ السلام کے تمام دشمن سردار، کاہن اور شیوخ اور فقیہی اور فریسی اور عام لوگ اکٹھے ہو کر پیلاطوس کی عدالت میں آئے تھے، (مرقس ۱۵/۱) اسی طرح کپتان ڈگلس کی عدالت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے تمام مخالف عیسائی، ہندو، اور مسلمان اکٹھے مل کر آپ کی مخالفت کیلئے پیش ہُوئے، چنانچہ آریہ ہندوؤں کی طرف سے رام بھجدت وکیل مفت مقدمہ کی پیروی کرتے تھے، جیساکہ ڈاکٹر کلارک نے اپنے بیان میں تسلیم کیا ہے، نیز کہا ہے، "ہم لوگ ایک ایسے شخص کے بارے میں جو سب کا دشمن ہے، مل کر کارروائی کرتے ہیں"

پانچویں مماثلت:۔ انجیل لوقا ۲۳/۲-۵ میں لکھا ہے، کہ مسیحؑ کے مخالفین ان پر الزام لگانے لگے، کہ ہم نے اسے قوم کو گمراہ اور برگشتہ کرتے دیکھا ہے، اور وہ قیصر کو جزیہ دینے سے منع کرتا ہے، اور اپنے آپ کو مسیح کہتا ہے، یعنی ایک بادشاہ، جب پیلاطوس نے کہا، کہ مجھے تو اس کا کوئی گناہ نظر نہیں آتا، تو وُہ اور زور سے کہنے لگے، کہ وہ لوگوں کو بھڑکاتا ہے اور گلیل سے لیکر یہاں تک تمام یہودیوں میں اپنی تعلیم پھیلاتا ہے، یعنی اس طرح فتنہ پیدا کرتا ہے، اور ایک دوسرے کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا ہے۔ اسی کے مشابہ ڈاکٹر کلارک اور اہلحدیث کے سردار مولوی شیخ محمد حسین بٹالوی نے اپنی شہادتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الزام لگایا، چنانچہ ڈاکٹر کلارک نے کہا:۔

"مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعودؑ کہتے ہیں، ان کا مدّعا یہ ہے، کہ ایک قسم کا خوف عام پیدا ہوجاوے، اور مسیح موعود ہونیکے دعوےٰ سے لوگوں کے دلوں میں رعب قائم کرے، مرزا صاحب کی نسبت میری ذاتی رائے یہ ہے، کہ وہ خراب فتنہ انگیز اور خطرناک آدمی ہے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور شیخ محمد حسین بٹالوی نے کہا۔" انہوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ میں پھوٹ پیدا کرائی ہے، وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں، یہ ان کی تعلیم کا اثر ہے، وہ فتنہ انگیز آدمی ہے"۔ نیز اس نے حضرت مسیح موعودؑ کی بعض تحریریں پیش کر کے یہ شور بھی مچایا، کہ یہ شخص بادشاہ بننا چاہتا ہے، اور کہتا ہے، کہ میرے مخالف جس قدر سلطنتیں ہیں، سب کاٹی جائینگی۔

چھٹی مماثلت:۔ جیسا کہ مرقس ۱۵/۱۰ میں لکھا ہے، کہ پیلاطوس کو اس بات کا علم ہو گیا تھا، کہ سردار کاہن کو مسیح سے حسد اور دشمنی ہے، اور اسی حسد کی وجہ سے وہ اُسے اس کے پاس لائے ہیں —— اسی طرح کپتان ڈگلس کو سردار اہلحدیث شیخ محمد حسین بٹالوی کے حسد اور دشمنی کا، جو اُسے حضرت مسیح موعودؑ سے تھی، بہت جلدی علم ہو گیا تھا، اس کی شہادت کا ایک حصہ سُنکر ہی انہوں نے یہ نوٹ لکھدیا:۔

"مَیں خیال کرتا ہوں، کہ کافی شہادت لکھی جا چکی ہے، کہ گواہ کو مرزا صاحب سے عداوت ہے، اور اب زیادہ ضرورت نہیں، کہ مقدمہ کے خاص امر سے ہم دوسری طرف چلے جاویں"۔

ساتویں مماثلت:۔ جیسا کہ انجیل متی ۲۷/۱۲ میں لکھا ہے کہ سردار کاہن اور دوسرے شیوخ نے مسیحؑ پر جب الزامات لگائے، تو اس نے کوئی جواب نہ دیا،—— اسی طرح جو الزامات شیخ محمد حسین بٹالوی اور ڈاکٹر کلارک وغیرہ نے اپنے بیانات میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر لگائے تھے، حاکم نے اصل مقدمہ کے جعلی اور جھوٹا معلوم کر لینے سے ان کے جوابات لینے کی ضرورت ہی نہ خیال کی۔

آٹھویں مماثلت:۔ جیسا کہ سردار کاہن نے مسیحؑ کے متعلق کہا تھا، کہ یہ کلمۂ کفر کہہ چکا ہے، یعنی کافر ہو گیا ہے، (متی ۲۶/۶۵) اسی طرح اہلحدیث مولویوں کے سردار مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے بیان میں کہا "مَیں نے مرزا صاحب کے کفر کی نسبت فتویٰ دیا تھا، مرزا صاحب کو مسلمان نہیں سمجھتا، دہریہ ہے"۔

نویں مماثلت:۔ جس روز مسیحؑ کے مقدمہ کا فیصلہ ہوا، اسی روز بارا باس کو رہا کیا گیا، جو ایک چور تھا، (یوحنا ۱۸/۴۰) چنانچہ عربی انجیل میں لفظ لِصّ یعنی چور کا ہے، جو ایک فتنہ و فساد میں جس میں ایک قتل بھی ہو گیا تھا، شرکت کرنیکے جرم میں ماخوذ تھا، (لوقا ۲۳/۱۹) اسی طرح ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مقدمہ کا جس میں آپ پر اقدامِ قتل کا الزام لگایا گیا تھا، فیصلہ ہوا، تو اس کے معاً بعد کسی فوج کا ایک عیسائی چوری کے جرم میں گرفتار ہو کر اسی عدالت میں پیش ہوا، لیکن یہاں نتیجہ برعکس تھا، یعنی کپتان ڈگلس نے، جو پیلاطوس رومی کی جگہ حاکم تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو بری کیا، اور چور کو اس کے جرم پر تین ماہ قید کی سزا دی، اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے، کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یارا باس بھی یہودیوں کا ہم مذہب تھا، اور جو چور اس زمانہ کے پیلاطوس کے سامنے لایا گیا، وہ بھی مقدمہ کرنے والوں کا ہم مذہب یعنی عیسائی تھا۔

دسویں مماثلت:۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے خبر دیدی تھی، کہ تیرے دشمن تجھے گرفتار کرینگے، اور تجھے قتل کرنے کی کوشش کرینگے، لیکن آخر کار خدا تجھے ان کی شرارت اور مکر کے نتیجہ سے محفوظ رکھیگا، چنانچہ عبرانیوں ۵ میں لکھا ہے، کہ یسوع مسیح جس نے اپنی بشریت کے ایام میں نہایت عاجزی اور گریہ و تضرع کے ساتھ قادر خدا سے دعائیں کیں، جو اُسے موت سے بچا سکتا تھا، اور وہ اس کے متقی ہونیکی وجہ سے سُنی گئیں،۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مقدمہ کی تین سال پہلے سے خبر دیدی تھی، اور بتا دیا تھا، کہ چند عیسائی جن کا آتھم سے تعلق ہے، ایک مکر کرینگے، اور اللہ تعالیٰ ان کے اس مکر کی حقیقت کو ظاہر کر دیگا، اور اس روز آپ کے ماننے والے خوش ہونگے، پھر مقدمہ کی آغاز کارروائی سے تین روز پہلے یعنی ۲۹ رجولائی ۱۸۹۷ء کو صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی تھی، کہ آپ پر ایک مقدمہ بنایا جائیگا، اور وہ ابتدا میں ایک بجلی کی طرح نظر آئیگا، لیکن اس سے آپ کو نقصان نہیں ہوگا، بلکہ وہ محض حکام کی ایک تہدید ہوگی، جیسا مجسٹریٹ امرتسر نے پہلے گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا، اور بیس ہزار روپیہ کے مچلکہ اور بیس ہزار روپے کی ضمانت کا مطالبہ کیا، لیکن وہ صرف ایک تہدید ہی ثابت ہوئی، اور جب مقدمہ کے کاغذات کپتان ڈگلس کے پاس پہونچے، تو انہوں نے معمولی سمن جاری کیا، اور پھر ایک الٰہی تصرف یہ ہوا، کہ ڈاکٹر کلارک نے فوری عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا، چنانچہ فیصلہ میں لکھا ہے:۔

"بادی النظر میں یہ مقدمہ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ اس میں پولیس کی جانب سے مزید تحقیقات کی جائے اور پھر سشن سپرد کیا جائے، مگر ڈاکٹر کلارک بوجہ بیماری پہاڑ پر جانا چاہتا تھا، اور اس کو ڈر تھا، کہ شاید اس کا سب سے بڑا گواہ ورغلایا جائے، اس واسطے اس نے یہ خواہش ظاہر کی، کہ جہانتک جلد ممکن ہو، عدالتی تحقیقات کی جائے"

ڈاکٹر کلارک کے اس مطالبہ کی بناء پر فوری عدالتی تحقیقات شروع کی گئی، اور باوجودیکہ پانچ گواہوں کے بیانات ہوچکے تھے، جو سب کے سب مسیح موعودؑ کے خلاف تھے، لیکن کپتان ڈگلس کی تسلی نہ ہوئی، اور انہیں یہ خیال سوجھا، کہ عبدالحمید کو مشن ہاؤس سے علیحدہ کر کے بیان لینا چاہیئے، اور جب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ایسا کیا، تو اس نے اصل حقیقت ظاہر کر دی۔

پھر جیسا کہ ۲۹ رجولائی کے الہامات میں تھا، مخالفوں میں پھوٹ پڑی، اور ان کے بیانات مختلف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو گئے ، اور الہام" ایک شخص متنافس کی ذلّت اور اہانت اور ملامت خلق" شیخ محمد حسین بٹالوی کے حق میں پورا ہوا ، اس نے عدالت میں کرسی مانگی ، جو اُسے نہ دی گئی ، اور پھر دوسرے مسلمانوں نے اُس کو بہت ملامت کی ، کہ ایک مسلمان کے مخالف عیسائیوں کے ساتھ ملکر شہادت دینے کیلئے گیا ، اور پھر اخیر حکم "ابراء" یعنی بے قصور ٹھہرانا پُورا ہوا ، چنانچہ کپتان ڈگلس نے فیصلہ میں لکھا ، "ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے ، کہ مرزا غلام احمد سے حفظِ امن کے لئے ضمانت لی جائے ، یا یہ کہ مقدمہ پولیس کے سپرد کیا جائے لہٰذا وہ بَری کئے جاتے ہیں"

اس جگہ ان چند فقرات کا ذکر کرنا غیر موزون نہ ہوگا ، جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنے قلم سے اس مقدمہ کے متعلق تحریر فرمائے ہیں ، حضور فرماتے ہیں :-

"میرے ہلاک کرنے کے لئے ایک خون کا مقدمہ بھی بنایا گیا ، جس کی میرے خدا نے مجھے پہلے خبر دیدی تھی ، وہ مقدمہ جو میرے پر بنایا گیا ، وہ حضرت عیسےٰ ابن مریمؑ کے مقدمہ سے بہت سخت تھا ، کیونکہ حضرت عیسےٰؑ پر جو مقدمہ کیا گیا ، اس کی بنا محض ایک مذہبی اختلاف پر تھی ، جو حاکم کے نزدیک ایک خفیف سی بات تھی ، بلکہ کچھ بھی نہ تھی ، مگر میرے پر جو مقدمہ کھڑا کیا گیا ، وہ اقدام قتل کا دعویٰ تھا ، اور جیسا کہ مسیحؑ کے مقدمہ میں یہودی مولویوں نے جاکر گواہی دی تھی ، ضرور تھا ، کہ اس مقدمہ میں بھی کوئی مولویوں میں سے گواہی دیتا ، اس لئے اس کام کے لئے خدا نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو انتخاب کیا ، اور وہ ایک بڑا لمبا جُبّہ پہن کر گواہی کے لئے آیا ، اور جیسا کہ سردار کاہن مسیحؑ کو صلیب دلانیکے لئے عدالت میں گواہی دینے کے لئے آیا تھا ، یہ بھی موجود ہوئے ، صرف فرق اس قدر تھا ، کہ سردار کاہن کو پیلاطوس کی عدالت میں کرسی ملی تھی ، . . . . . اور مسیح ابن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا ، لیکن میرے مقدمہ میں اس کے برعکس ہوا ، یعنی یہ کہ برخلاف دشمنوں کی امیدوں کے کپتان ڈگلس نے جو پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا ، مجھے کرسی دی ، اور یہ پیلاطوس مسیح ابن مریم کے پیلاطوس کی نسبت زیادہ بااخلاق ثابت ہوا ، کیونکہ عدالت کے امر میں وہ دلیری اور استقامت سے عدالت کا پابند رہا ، اور بالا ئی بالائی سفارشوں کی اس نے کچھ بھی پرواہ نہ کی ، اور قومی اور مذہبی خیال نے بھی اس میں کچھ تغیّر پیدا نہ کیا ، اور اس نے عدالت پر پورا پُورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ نمونہ دکھایا ، کہ اگر اس کے وجود کو قوم کا فخر اور حکام کے لئے نمونہ سمجھا جائے ، تو بیجا نہ ہوگا ، عدالت ایک مشکل امر ہے ، جب تک انسان تمام تعلقات سے علیحدہ ہوکر عدالت کی کرسی پر نہ بیٹھے ، تب تک اس فرض کو عمدہ طور پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ادا نہیں کر سکتا، مگر ہم اس سچی گواہی کو ادا کرتے ہیں، کہ اس پیلاطوس نے اس فرض کو پورے طور پر ادا کیا، اگرچہ پہلا پیلاطوس جو رومی تھا، اس فرض کو پورے طور پر ادا نہ کر سکا، اور اس کی بزدلی نے مسیحؑ کو بڑی بڑی تکالیف کا نشانہ بنایا۔"[1]

"اگر وہ اپنے اس قول کا پاس کر کے کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا، مسیحؑ کو چھوڑ دیتا تو اس پر کچھ مشکل نہ تھا، اور وہ چھوڑنے پر قادر تھا، مگر وہ قیصر کی دوہائی سُن کر ڈر گیا، لیکن یہ آخری پیلاطوس پادریوں کے ہجوم سے نہ ڈرا، حالانکہ اس جگہ بھی قیصرہ کی بادشاہی تھی، لیکن یہ قیصرہ اس قیصر سے بدرجہا بہتر تھی، اس لئے کسی کے لئے ممکن نہ تھا، کہ حاکم پر دباؤ ڈالنے کیلئے اور انصاف چھوڑانے کے لئے قیصرہ سے ڈرا دے، بہرحال پہلے مسیحؑ کی نسبت آخری مسیح پر بہت شور اور منصوبہ اٹھایا گیا تھا، اور میرے مخالف اور ساری قوموں کے سرگروہ جمع ہو گئے تھے مگر آخری پیلاطوس نے سچائی سے پیار کیا، اور اپنے اس قول کو پورا کر کے دکھلایا، جو اس نے مجھے، مخاطب کر کے کہا تھا، کہ میں تم پر خون کا الزام نہیں لگاتا، سو اس نے مجھے بہت صفائی اور مردانگی سے بَری کیا، اور پہلے پیلاطوس نے مسیحؑ کے بچانے کے لئے حیلوں سے کام لیا، مگر اس پیلاطوس نے جو کچھ عدالت کا تقاضا تھا، اس طور سے اس تقاضا کو پورا کیا، جس میں بزدلی کا رنگ نہ تھا۔"[2]

"یہ فرق ہماری جماعت میں ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے، جب تک کہ دُنیا قائم ہے، اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہونچے گی، ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا، اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے، کہ خدا نے اس کام کے لئے اسی کو چُنا۔"[3]

ہماری آج کی میٹنگ کے صدر کو اگرچہ اللہ تعالےٰ نے ان کی اس زندگی میں بھی ریٹائر ہونے سے قبل جزائر انڈیمان کی چیف کمشنری کے معزز عہدہ تک پہونچایا، لیکن جو عزت آپ کے لئے مستقبل میں مقدّر ہے، اس کا نہ وہ خود اندازہ لگا سکتے ہیں، اور نہ کوئی اور شخص، آپ گورنمنٹ برطانیہ کے تاج میں ایک چمکتا ہوا ہیرا ہیں، جو آج اگرچہ دُنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے، لیکن مستقبل میں وہ نہایت روشن ہے، اور آپ کا وجود جب تک کہ دنیا قائم ہے، عدل و انصاف کی ایک مثال کے طور پر یاد کیا جائے گا۔

اب میں ایک اور پیشگوئی کا ذکر کرتا ہوں، جو جماعت کی ترقی کے متعلق ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے اس وقت جبکہ آپ اکیلے تھے، یہ بشارت دی، کہ میں تجھے مسلمانوں

[1] کشتی نوحؑ صفحہ ۵۱ و ۵۲ ۔ [2] کشتی نوحؑ صفحہ ۵۲ ۔ [3] کشتی نوحؑ صفحہ ۵۲ ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی ایک بہت بڑی جماعت دُونگا، نیز فرمایا، کہ میں تجھے دُنیا کے کناروں تک عزّت کے ساتھ شہرت دُونگا، اور تیرا ذکر بلند کرونگا، اور تیری محبت دلوں میں ڈالونگا، اور ۱۸۹۱ء میں آپ نے تحریر فرمایا۔

"مَیں نے دیکھا کہ مَیں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں، اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں، بعد اس کے مَیں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے، اور ان کے رنگ سفید تھے، سو مَیں نے اس کی یہ تعبیر کی، کہ اگرچہ مَیں نہیں، مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی، اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار بن جائینگے" (ازالہ اوہام ص۵۱۵)

اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آپ کی جماعت کے مختلف ممالک میں پھیلنے کے متعلق بھی آپ کو بشارت دی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"مَیں نے ایک رؤیا میں مخلص مومنوں اور نیک عادل بادشاہوں کی جماعت دیکھی، جو بعض تو ہندوستان کے تھے، اور بعض عرب کے، اور بعض فارس و روم و شام کے شہروں کے رہنے والے تھے، اور بعض ان شہروں کے تھے، جن کو مَیں نہیں جانتا، تب مجھے غیب سے یہ آواز آئی، یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ کہا گیا، کہ یہ لوگ تیری تصدیق کرینگے، اور تجھ پر ایمان لائینگے، اور تجھ پر درود بھیجیں گے، اور تیرے لئے دعائیں کرینگے، اور مَیں تجھے اتنی برکتیں دُونگا، کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے" (لجۃ النور ص۳)

یہ بشارات آپ کو اس وقت دی گئیں، جبکہ آپ کے پیرو نہایت قلیل التعداد تھے، دشمنان اسلام نے ان کلمات پر ہنسی اڑائی، لیکن آج وہ خدا کے مُنہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو رہی ہیں، ۱۸۹۷ء میں جب کرنل ڈگلس نے ڈاکٹر کلارک والے مقدمہ کا فیصلہ کیا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرید چند سو سے زائد نہ تھے، اور ہندوستان کے بعض صوبوں میں صرف ایک ایک یا دو دو احمدی تھے، جیسا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول کی شہادت سے ظاہر ہے[1] لیکن آج آپکے متبعین دُنیا کے تقریبًا تمام بڑے بڑے ممالک میں پائے جاتے ہیں، اور ان کی تعداد لاکھوں تک پہونچ گئی، اور دنیا کے بہت سے ممالک مثلاً ریاستہائے متحدہ امریکہ، ارجنٹائن، گولڈ کوسٹ نائیجیریا، سیرالیون، جاوا، سماٹرا، چین، جاپان، عربی ممالک اور روم وغیرہ میں آپ کی جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے مشہور مشنری ڈاکٹر زویمر اور یورپ کی مشہور شخصیات

[1] دیکھو مسل مقدمہ مندرجہ کتاب البریہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اللہِ عَزَّ وَجَلَّ ثَلَاثَۃَ اَصْنَافٍ۔ فَیُؤْتٰی بِرَجُلٍ مِنَ الصِّنْفِ الْاَوَّلِ فَیَقُوْلُ عَبْدِیْ بِمَا ذَا عَمِلْتَ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ خَلَقْتَ الْجَنَّۃَ وَاَشْجَارَھَا وَثِمَارَھَا وَاَنْھَارَھَا وَحُوْرَھَا وَنَعِیْمَھَا وَمَا اَعْدَدْتَ لِاَھْلِ طَاعَتِکَ فِیْھَا فَاَسْھَرْتُ لَیْلِیْ وَاَظْمَأْتُ نَھَارِیْ شَوْقًا اِلَیْھَا قَالَ فَیَقُوْلُ اللہُ تَعَالٰی عَبْدِیْ اِنَّمَا عَمِلْتَ لِلْجَنَّۃِ ھٰذِہٖ الْجَنَّۃُ فَادْخُلْھَا وَمِنْ فَضْلِیْ عَلَیْکَ اَنِّیْ قَدْ اَعْتَقْتُکَ مِنَ النَّارِ وَمِنْ فَضْلِیْ عَلَیْکَ اَنْ اُدْخِلَکَ جَنَّتِیْ فَیَدْخُلُ ھُوَ وَمَنْ مَعَہُ الْجَنَّۃَ قَالَ ثُمَّ یُؤْتٰی بِرَجُلٍ مِنَ الصِّنْفِ الثَّانِیْ فَیَقُوْلُ عَبْدِیْ لِمَا ذَا عَمِلْتَ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ خَلَقْتَ نَارًا وَخَلَقْتَ اَغْلَالًا وَ خَلَقْتَ سَعِیْرَھَا وَسُمُوْمَھَا وَیَحْمُوْمَھَا وَمَا اَعْدَدْتَ لِاَعْدَائِکَ وَاَھْلِ مَعْصِیَتِکَ فِیْھَا فَاَسْھَرْتُ لَیْلِیْ وَاَظْمَأْتُ نَھَارِیْ خَوْفًا مِنْھَا فَیَقُوْلُ عَبْدِیْ اِنَّمَا عَمِلْتَ ذٰلِکَ خَوْفًا مِنْ نَارِیْ فَاِنِّیْ قَدْ اَعْتَقْتُکَ مِنَ النَّارِ وَمِنْ فَضْلِیْ عَلَیْکَ اَنْ اُدْخِلَکَ جَنَّتِیْ فَیَدْخُلُ ھُوَ وَمَنْ مَعَہُ الْجَنَّۃَ ثُمَّ یُؤْتٰی بِرَجُلٍ مِنَ الصِّنْفِ الثَّالِثِ فَیَقُوْلُ عَبْدِیْ لِمَا ذَا عَمِلْتَ فَیَقُوْلُ حُبًّا لَکَ وَشَوْقًا اِلَیْکَ وَعِزَّتِکَ قَدْ اَسْھَرْتُ لَیْلِیْ وَاَظْمَأْتُ نَھَارِیْ شَوْقًا اِلَیْکَ وَحُبًّا لَکَ فَیَقُوْلُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنَّمَا عَمِلْتَ حُبًّا لِیْ وَشَوْقًا اِلَیَّ فَیَتَجَلّٰی لَہُ الرَّبُّ جَلَّ جَلَالُہُ فَیَقُوْلُ ھَا اَنَا ذَا فَانْظُرْ اِلَیَّ ثُمَّ یَقُوْلُ مِنْ فَضْلِیْ عَلَیْکَ اَنْ اُعْتِقَکَ مِنَ النَّارِ وَاُبِیْحَکَ جَنَّتِیْ وَاُزِیْرَکَ مَلَائِکَتِیْ وَاُسَلِّمُ عَلَیْکَ بِنَفْسِیْ فَیَدْخُلُ ھُوَ وَمَنْ مَعَہُ الْجَنَّۃَ۔ یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو لایا جاویگا، اور وہ خدا کے سامنے پیش ہونگے، اور تین قسموں میں انہیں تقسیم کیا جائے گا، پہلے ایک قسم کا ایک آدمی لایا جائے گا، اُسے اللہ تعالیٰ پوچھے گا، کہ اے میرے بندے! تُونے (نیک) اعمال کس وجہ سے کئے تھے، وہ عرض کریگا، کہ اے میرے ربّ! آپ نے جنّت پیدا کی ہے، اور اس کے درخت اور پھل پیدا کئے، اور نہریں پیدا کیں، اور اس کی حُوریں اور اس کی نعمتیں اور جو کچھ بھی آپ نے اپنی اطاعت کرنے والوں کے لئے طیار کیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جیسے پروفیسر گب، ڈاکٹر مرے ٹیٹس، ریورنڈ ہینڈرک کیمر، مسٹر ایچ۔ اے والٹر وغیرہ جماعت احمدیہ کی اہمیت کے متعلق لکھ چکے ہیں، اور جیسا کہ میں پہلے ذکر کر آیا ہوں، جب آپ نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا، تو ہندوؤں عیسائیوں اور مسلمانوں و دیگر مذاہب کے پیروؤں نے آپکی سخت مخالفت کی، اور آپکی ہلاکت اور آپکے مٹھی بھر مریدوں کی جماعت کو تتر بتر کرنیکے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکی حفاظت فرمائی، اور آپ کی جماعت میں فوق العادت برکت ڈالی، مسیح علیہ السّلام نے کہا ہے، وہ پودا جسے میرے آسمانی باپ نے نہیں لگایا، وہ جڑ سے اکھیڑا جائیگا، پس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی حیرت انگیز ترقی آپ کی صداقت کا ایک ایسا زبردست ثبوت ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں، "میں تو ایک تخم ریزی کرنیکے لئے آیا ہوں، وہ تخم میرے ہاتھ سے بویا گیا، اب وہ بڑھیگا، اور پھلیگا، اور پھولیگا، اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔

میری اس تقریر کے بعد کرنل ڈگلس نے فرمایا:۔

"مجھ سے بارہا یہ سوال کیا گیا ہے، کہ احمدیت کا سب سے بڑا مقصد کیا ہے؟ میں اس سوال کا یہی جواب دیتا ہوں، کہ "اسلام میں رُوحانیت کی رُوح پھونکنا"، بانئے جماعت احمدیہ نے آج سے پچاس برس پیشتر یہ معلوم کر لیا، کہ موجودہ زمانہ میں مذہب اور سائنس کا میلان کس طرف ہوگا، مثلاً یہ کہ مادہ فنا ہو جاتا ہے، اور اس مادی زندگی کے بعد ایک روحانی زندگی جاری ہوگی، پروفیسر جینز اپنی کتاب "Mysterious world" میں لکھتے ہیں، کہ مادہ غیر فانی چیز نہیں ہے، اور دُنیا ایک وسیع خیال کی طرح ہے، نہ کہ ایک مشین کی طرح جو مادی اشیاء سے وابستہ ہے، وہ بالفاظ دیگر ایک وسیع خیال کی جگہ ایک بڑی روح کہہ سکتے تھے، جیسا کہ لکھا ہے، خدا ایک روح ہے۔

پھر تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا، کہ احمدیّت کا ایک مقصد اسلام کو موجودہ زمانہ کی زندگی کے مطابق پیش کرنا ہے، میں نے جب ۱۸۹۷ء میں بانئے جماعت احمدیہ کے خلاف مقدمہ کی سماعت کی تھی، اس وقت جماعت کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی، لیکن آج دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے، پچاس سال کے عرصہ میں یہ نہایت شاندار کامیابی ہے، اور مجھے یقین ہے، کہ موجودہ نسل کے نوجوان اس کی طرف زیادہ توجہ دینگے، اور آئندہ پچاس سال کے عرصہ میں جماعت کی تعداد بہت بڑھ جائے گی"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکالمہ شیعہ و احمدی

تولّا و تبرّا

(از جناب سید صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ)

شیعہ:- حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے، جسکو سُنّی و شیعہ دونوں مانتے ہیں، جسکے شروع میں یہ الفاظ حضور نے فرمائے ہیں۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ الخ مطلب اس کا یہ ہے، کہ اگر قرآن و اہلبیت کا تمسک کرتے رہوگے، تو گمراہ نہ ہوگے، الحمد للہ کہ شیعہ قرآن اور ائمہ اہلبیت کے متمسک چلے آتے ہیں، مگر سُنّی لوگ غیر اہلبیت اماموں ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل وغیرہ کے فدائی بنے ہوئے ہیں، اور انکے اقوال کے مقابلہ میں قرآن اور ائمہ اہلبیت کے اقوال کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یہ کسقدر گمراہی ہے۔

احمدی:- جہانتک ہمیں معلوم ہے۔ محقق سُنّی لوگ قرآن شریف کو مقدم مانتے ہیں، اور اماموں کے اقوال کے متعلق، خواہ امام اہلبیت میں داخل ہوں، یا غیر اہلبیت، انکا مسلک یہ ہے، کہ جس امام کا قول نصوص قرآنیہ، سُنن و احادیث صحیحہ نبویہ کے مطابق ہو، اسے قبول کرتے ہیں، اور اسکے خلاف جو قول ہو، خواہ کسی کا ہو، اسے نہیں مانتے، کیونکہ ان کے نزدیک سب امام تابع شریعت محمدیہ ہیں، اور تمسک بہ اہلبیت کے یہ معنے نہیں ہو سکتے، کہ اہلبیت کو نصوص قرآنیہ و سنن و احادیث نبویہ کے منسوخ کر دینے کا اختیار ہے، اگر شیعہ تمسک بہ اہلبیت کے ایسے معنے سمجھتے ہیں، جن سے اہلبیت کو شریعت محمدیہ کی تنسیخ کا اختیار ہو، تو یہ صریح گمراہی اور شریعت محمدیہ سے انکار ہے۔ اگر کہا جائے، کہ سنیوں میں جاہل لوگ اپنے اعمال سے ایسا ہی ثابت کر رہے ہیں، تو مَیں کہتا ہوں، کہ شیعوں میں بھی جاہل لوگ اپنے اعمال سے ایسا ہی ثابت کر رہے ہیں، اور آجکل لکھنؤ میں جو تبرّا ایجی ٹیشن ہو رہا ہے وہ اس بات پر شاہد ہے، کہ جاہل، عالم بلکہ مجتہد شیعہ بھی اِلَّا مَا شَاءَ اللہُ، امام غائب الزمان مہدی معہود کی آمد سے طویل انتظار کے باعث مایوس ہو بیٹھے ہیں، اور ہر ہٹلر اور مسولینی کے پُر جوش اور حیرت انگیز کارناموں سے متاثر ہو کر تقیہ آمیز پالیسی کو خیرباد کہہ چکے ہیں، ان کا دل پُرانی شیعیت سے اُکتا گیا ہے، اور اب انہوں نے اولین تبرائی ایجی ٹیٹر عبد اللہ بن سبا کے نقش قدم پر چلنے کے لئے عملی پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ حدیث زیر بحث میں آنحضرتؐ نے مومنوں کو یہ ترغیب دی تھی، کہ وہ اتباع قرآن کو مقدم سمجھیں، اور اہلبیت نبوی کے ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محبت اور تعظیم کا سلوک کریں، مگر آجکل اکثر شیعوں نے تعامل ائمہ اہلبیت کی مخالفت کھلم کھلا شروع کردی ہے، پھر بھی وہ متمسک اہلبیت ہونیکے مدعی ہیں، یہ عجیب تمسک ہے۔

شیعہ:۔ لکھنؤ کا تبرّا ایجی ٹیشن قرآن شریف کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے، کہ تولّا بغیر تبرّا کے ہو ہی نہیں سکتا، سنّیوں کے صدر المناظرین شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ میں ایک باب تولّا و تبرّا کے بارہ میں لکھا ہے۔ اس میں وہ تسلیم کرتے ہیں، کہ تولّا محبت کو کہتے ہیں، اور تبرّا عداوت کو، اور یہ بھی تسلیم کیا ہے، کہ حق کے دشمنوں ابو لہب وغیرہ سے تبرّا کرنا ضروری ہے۔ پس شیعہ جن کو دشمنِ حق سمجھتے ہیں۔ ان پر تبرّا کرتے ہیں، اس میں قرآنی مخالفت کیا ہوئی؟

احمدی:۔ ہم اس بات کو تو مانتے ہیں، کہ انسان جس چیز کو یقین یا غلبہ ظن سے اپنے لئے مفید سمجھتا ہے، اس سے محبت کرتا ہے، اور اس کے حاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے، اور اسے تولّا کہہ سکتے ہیں، اسی طرح جس چیز کو وہ اپنے حق میں مضر سمجھتا ہے، اس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتا ہے، بلکہ عداوت رکھتا ہے، اور اسے تبرّا کہہ سکتے ہیں، مگر نزاع تولّا و تبرّا کے لغوی معنوں میں نہیں ہے، نہ صرف جذبات طبعی کے متعلق ہے، بلکہ نزاع دراصل وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ مَحَلِّہٖ اَوْ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّہٖ میں ہے، یعنی ایک فریق جس سے تبرّا کرتا ہے، وہ تبرّا کے لائق ہے، یا نہیں؟ ظاہر ہے، کہ انسان کی سمجھ آزاد نہیں چھوڑی گئی، اس کے جذبات طبعی بھی شرعی قیود سے مقید کئے گئے ہیں، تاکہ وہ اخلاق کے دائرہ میں آجائیں، اصل بات یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے انسانی جسم کی مشین اس لئے بنائی ہے، کہ انسان اس کو اپنے صانع کی ہدایات کے مطابق چلائے، تاکہ نظام عالم مناسب طور پر قائم رہے، اور ایسا انسان خدا کا مقرب، اور محبوب بن جائے، اس لئے جو شخص خالق کائنات کی ہدایات کی خلاف ورزی کر کے نظامِ عالم کو درہم برہم کرنے کیلئے سعی کرتا ہے، وہ خدا کا مقہور اور مغضوب بن جاتا ہے، سُنّت اللہ یہ ہے، کہ اللہ تعالےٰ اپنی مرضی ظاہر کرنے کیلئے کسی انسان کو چن لیتا ہے، اور اس پر وحی و الہام کے ذریعہ سے اپنی مرضی ظاہر کرتا ہے، اس طرح اللہ اور رسول کے ماننے والے خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں، اور اس کی خلاف ورزی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس طرح یہ دو گروہ ہو جاتے ہیں، مومن اور کافر۔ دونوں گروہ ایک دوسرے سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، پس دونوں کو اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایسے احکام صادر فرمائے ہیں، کہ ان پر عمل کرنے سے دونوں گروہ اپنے اپنے دائرہ عمل میں آزاد رہیں، اور امن کے ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تبادلہ خیالات کرتے ہوئے ایام زندگی بسر کر سکیں، ہاں کامل جزا و سزائے اعمال کے لئے یوم الحساب مقرر فرمایا ہے۔ لیکن بعض لوگ اپنے خود تراشیدہ اصولوں اور معیاروں کے مطابق خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی صداقت کو پرکھنا چاہتے ہیں، اور ان کے مطابق نہ پا کر انواع واقسام کے فساد برپا کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ وہ حق کو باطل اور باطل کو حق مان لیتے، اور تریاق کو زہر اور زہر کو تریاق سمجھ بیٹھتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ (سورۃ البقرہ) صحیح طریق یہ ہے، کہ خدا کے فرستادوں اور ان کے موعود خلیفوں کی صداقت قرآنی معیاروں کے مطابق پرکھنی چاہیئے۔ اس طور پر جن کی صداقت ثابت ہوجائے، ان سے تولا کیا جائے، اور ایسے نیک بندوں پر تبرا کر کے اپنے آپ کو تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں نہ گرایا جائے۔

لکھنؤ کا تبرا ایجی ٹیشن، نصوص قرآنیہ، ائمہ اہلبیت کی تعلیم، اصول تمدن، قانون نافذ الوقت امن عامہ، سیاسی ضرورت زمانہ، اور حزم و احتیاط سب کے مخالف ہے، ہر ایک پہلو پر بحث کی جائے، تو گفتگو بہت طویل ہوجائے گی، اس لئے میں اس وقت صرف یہ دکھلاتا ہوں، کہ علانیہ تبرا کہتے ہوئے جلوس نکالنا، ہمسایہ اہل سنت کی دل آزاری کی پرواہ نہ کرنا، اور ان سے جو مفاسد برپا ہوسکتے ہیں، ان کو روا رکھنا، یہ سب امور شیعوں کے مشہور عالم مسئلہ تقیہ اور مسلمہ تعامل ائمہ اہلبیت نبوی کے سراسر خلاف ہیں، حوالجات ذیل ملاحظہ ہوں:۔

اصول کافی مطبوعہ نولکشور کتاب الایمان والکفر ص۵۴۷ و ۵۴۸ میں جابرؓ نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے

مَا شَهِدَ رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ بِكُفْرٍ قَطُّ اِلَّا بَاءَ بِهٖ اَحَدُهُمَا اِنْ كَانَ شَهِدَ عَلٰى كَافِرٍ صَدَقَ وَ اِنْ كَانَ مُؤْمِنًا رَجَعَ الْكُفْرُ عَلَيْهِ فَاِيَّاكُمْ وَ الطَّعْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

کوئی آدمی اگر کسی آدمی کو کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے کوئی نہ کوئی کافر ہوجاتا ہے، جسکو کافر کہا گیا، اگر وہ شخص واقعی کافر ہے تو اسے کافر کہنے والا سچا ہوا، نہیں تو اس پر کفر لوٹ آتا ہے اور کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے۔ پس اے شیعو! مؤمنوں پر طعنہ زنی سے بچتے رہو۔

روایت مذکورہ بالا کے بعد علی بن حمزہ کی اسناد سے ایک روایت ہے، یہ راوی کہتا ہے، میں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امام صاحب کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔

اِنَّ اللَّعْنَةَ اِذَا خَرَجَتْ مِنْ
فِیْ صَاحِبِهَا تَرَدَّدَتْ فَاِنْ وَجَدَتْ
مَسَاغًا وَ اِلَّا رَجَعَتْ عَلٰی صَاحِبِهَا۔

لعنت جب کہنے والے کی زبان سے نکلتی ہے، تو وہ گھومتی پھرتی ہے، اگر کہیں اُسے ٹھہرنے کی جگہ ملتی ہے، تو ٹھہر جاتی ہے، ورنہ لعنت کہنے والے پر واپس آتی ہے (گویا بے محل لعنت کہنا خود خواہ لعنت کا مورد بنتا ہے)

پھر اصولِ کافی صـ۴۸۵ میں سلیمان بن خالد روایت کرتا ہے:۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ یَا سُلَیْمَانُ
اِنَّكُمْ عَلٰی دِیْنٍ مَنْ كَتَمَهٗ اَعَزَّهٗ
اللّٰهُ وَ مَنْ اَذَاعَهٗ اَذَلَّهُ اللّٰهُ۔

یعنی امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا، کہ اے سلیمان! تم ایسے دین پر ہو، کہ جو شخص اس کو چھپاوے گا اللہ تعالیٰ اسکو عزت دیگا، اور جو شخص اس کو ظاہر کریگا، اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔

شیعوں کے نامور مفسر محمد بن مرتضٰی صاحب اپنی تفسیر میں زیر آیت وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ الآیہ نقل کرتے ہیں:۔

وَ فِی الْكَافِیْ عَنْهُ (اَیْ عَنِ الصَّادِقِ)
فِیْ حَدِیْثٍ وَ اِیَّاكُمْ وَ سَبَّ اَعْدَاءِ
اللّٰهِ حَیْثُ یَسْمَعُوْنَكُمْ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ
عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ وَ فِی الْاِعْتِقَادَاتِ
عَنْهُ اَنَّهٗ قِیْلَ اِنَّا نَرٰی فِی الْمَسْجِدِ
رَجُلًا یَسُبُّ اَعْدَاءَكُمْ وَ یَسُبُّهُمْ
فَقَالَ مَا لَهٗ لَعَنَهُ اللّٰهُ یُعَرِّضُ بِنَا
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ
یَدْعُوْنَ۔ الآیۃ (منقول از انجام العنید صـ۲)

کافی میں امام صادقؑ سے ایک حدیث میں مروی ہے، اے لوگو! اپنے آپ کو بچاؤ اللہ کے دشمنوں کو بُرا کہنے سے، کیونکہ وہ تم سے سُنکر اللہ کو بُرا کہینگے اپنی جہل اور عداوت کے سبب، اور اعتقادات میں امام صادقؑ سے مروی ہے، انکی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہم دیکھتے ہیں، مسجد میں ایک مرد کو وہ تمہارے دشمنوں کو علی الاعلان سبّ و شتم کرتا ہے، فرمایا اس کو کیا ہوا، خدا اس پر لعنت کرے، ہم پر تعریض کرتا ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ۔ الآیۃ۔

شیخ صدوق اپنے رسالہ اعتقادیہ میں فرماتے ہیں:۔

وَ مَنْ تَرَكَهَا (اَیْ التَّقِیَّةَ)
قَبْلَ خُرُوْجِنَا فَقَدْ خَرَجَ عَنْ دِیْنِ اللّٰهِ

جس نے چھوڑ دیا اسکو (یعنی تقیہ کو) قبل خروج ہمارے کے (یعنی قبل ظہور امام مہدی موعودؑ کے) تو وہ دین اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وَدِيْنِ الْاَئِمَّةِ وَخَالَفَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْاَئِمَّةَ۔ (منقول از انجام العنید ۳۵)

اور دین ائمہ سے خارج ہوگیا، اور اس نے اللہ اور اس کے رسول اور اماموں کے خلاف کیا۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار جلد اول باب کتمان العلم میں بے شمار روایات لکھی ہیں، ان میں سے دو ایک یہاں لکھی جاتی ہیں:۔

عَنْ مُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُعَلّٰى اِنَّ التَّقِيَّةَ دِيْنِيْ وَدِيْنُ آبَائِيْ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهٗ۔ يَا مُعَلّٰى اِنَّ الْمُذِيْعَ لِاَمْرِنَا كَالْجَاحِدِ۔

(بحوالہ انجام العنید ص ۳۷)

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اے مُعلّٰی! تقیہ میرا دین اور میرے باپ دادوں کا دین ہے، اور اس کا دین ہی نہیں، جو تقیہ نہیں کرتا، اے معلّٰی ہمارے امر کا ظاہر کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ اس سے انکار کرنے والا۔

شیعہ مذہب میں ائمہ اہلبیت کا جو مذہب اور دستور العمل لکھا ہے وہ سُن چکے، اب عبداللہ بن سبا کے مذہب اور دستور العمل پر نظر ڈالیئے۔ شیعوں کے مایۂ ناز محقق یعنی فاضل استرابادی اپنی کتاب منہج المقال فی تحقیق الرجال میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ذَكَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَوَالٰى عَلِيًّا وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰى يَهُوْدِيَّتِهٖ فِيْ يُوْشَعَ وَصِيِّ مُوْسٰى بِالْغُلُوِّ فَقَالَ فِيْ اِسْلَامِهٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ عَلِيٍّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ شَهَّرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَظْهَرَ الْبَرَاءَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَاَكْفَرَهُمْ

ذکر کیا بعض اہل علم نے (یہ اشارہ علامہ کشی کی طرف ہے) کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا، پھر وہ مسلمان ہوگیا، اور محبِّ علی بن گیا یہ عبد اللہ بن سبا اپنی یہودیت کے زمانہ میں یوشع وصی موسٰے کی شان میں غلو کیا کرتا تھا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب وہ مسلمان ہوا، تو حضرت علیؓ کی شان میں غلو کرنے لگا، یہی شخص ہے جس نے اولاً اس بات کی شہرت دی، کہ علی علیہ السلام کی امامت فرض ہے، اور اسی نے جناب علیؓ کے دشمنوں پر علانیہ تبرا کرنے کی نبیاد ڈالی اسی نے آپ کے مخالفوں کی عیب جوئی اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ أَصْلُ التَّشَيُّعِ وَالرَّفْضِ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ (بحوالہ منتہی الکلام مولفہ مولانا حیدر علیصاحب فیض آبادی صـ۲۶۳)

مطاعن شماری کی، اور ان کو کافر ٹھہرایا۔ پس اسی وجہ سے شیعوں کے مخالف کہا کرتے ہیں کہ تشیع اور رفض کی اصل یہودیت ہے۔

اب آپ انصاف فرمائیں، کہ خود شیعہ مذہب کے مطابق قرآنی تعلیم کو کون فریق چھوڑ رہا ہے، اور ائمہ اہل بیت کی تعلیم سے کون روگردان ہے، اور لکھنؤ کا تبرا ایجی ٹیشن ائمہ اہل بیت کے تعامل کے مطابق ہے، یا عبداللہ بن سبا کے کیریکٹر کے مطابق، ؎

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

RUH-I-SHABAB
REGD
روح شباب میں میاں بیوی کی حقیقی الفت اور محبت کا راز مضمر ہے
روح شباب (رجسٹرڈ) چشمۂ زندگی کی مایۂ ناز دوا
کو چند ہی روز استعمال کرنے کے بعد ہر انسان اپنے معدہ میں تقویت۔ دل میں فرحت۔ دماغ میں ایک خاص قسم کے سرور کی لذت کو محسوس کرتا ہے۔ اعصابی کمزوری اگر بیس سال کی بھی ہو، تو ایک دو ہی ہفتہ میں کامل طور پر صحت ہو جاتی ہے۔ حقیقتاً یہی ایک اکسیر ہے جس سے بڑی عمر کے مایوس العلاج انسان اور عالم شباب میں جوانی کو برباد کرنیوالے نوجوان حقیقی راحت اور دائمی صحت حاصل کر سکتے ہیں شیشی کلاں عـ۲ روپیہ خورد شیشی عـہ۔ علاوہ محصولڈاک ہے
پتہ:- منیجر یونان فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ ۔ پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سب کچھ بنایا، پس مَیں نے ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے شب بیداری کی، اور دن کو روزے رکھے، اس پر خدا تعالیٰ اُسے فرمائیگا، اے میرے بندے تُو نے صرف جنّت کی خاطر نیک اعمال کئے، سو یہ جنّت ہے، اس میں داخل ہوجا، اور یہ میرا فضل ہی ہے کہ مَیں نے تجھکو آگ سے آزاد کردیا، اور یہ بھی فضل ہے کہ مَیں تجھے جنّت میں داخل کرونگا، پس وہ اور اس کے ساتھی جنت میں داخل ہوجائینگے، پھر دوسری قسم کے آدمیوں میں سے ایک آدمی لایا جائیگا، اس سے بھی اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ اے میرے بندے تُو نے (نیک) اعمال کس غرض سے کئے تھے، وہ جواب دے گا، کہ اے میرے رب! تو نے دوزخ پیدا کی، اور اس کی بیڑیاں اور اس کی شعلہ زن آگ اور اس کی بادِ سموم اور گرم پانی، اور جو کچھ بھی تو نے اپنے نافرمانوں اور دشمنوں کے لئے تیار کیا ہے، پیدا کیا، پس مَیں نے ان چیزوں سے ڈرتے ہوئے شب بیداری کی اور دن کو روزے رکھے، اس پر خدا تعالےٰ فرمائیگا، اے میرے بندے تُو نے یہ کام صرف میری آگ سے ڈرتے ہوئے کئے تھے، پس مَیں نے تجھے آگ سے آزاد کیا، اور اپنے فضل سے تجھے جنّت میں داخل کرونگا، پس وہ اپنے ساتھیوں سمیت جنّت میں داخل ہوجاوے گا۔ اس کے بعد تیسری قسم کے لوگوں میں سے ایک آدمی کو لایا جائیگا، اس سے خدا تعالےٰ پوچھیگا، اے میرے بندے تونے (نیک) کام کس وجہ سے کئے تھے؟ وہ جواب دیگا، اے میرے ربّ! تیری محبت کی وجہ سے، اور تیرے ملنے کے اشتیاق میں، تیری عزت کی قسم مَیں راتوں کو جاگا، اور دن کو مَیں نے روزے رکھے، صرف تیرے اشتیاق اور تیری محبت میں، پس مبارک اور بلند و بالا خدا اُسے فرمائے گا، اے میرے بندے! تونے یہ تمام نیک کام میری محبت اور میری ملاقات کے شوق کی وجہ سے کئے تھے، سو اپنا بدلہ لے، اور اللہ جل جلالہٗ اس شخص کیلئے خاص تجلّی فرمائیگا، اور سارے پردوں کو اپنے چہرے سے دُور کردیگا، اور اس کے سامنے آجائیگا، اور کہے گا اے میرے بندے! لے مَیں یہ موجود ہُوں، میری طرف دیکھ، پھر فرمائیگا مَیں نے اپنے فضل سے تجھے آگ سے آزاد کیا، اور جنّت کو تیرے لئے جائز کرتا ہُوں، اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرشتوں کو تیرے پاس بھیجونگا، اور مَیں خود تجھے سلام کہونگا، پس وہ اپنے ساتھیوں سمیت جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (ابن کثیر ج ۵ صفحہ ۱۲۲ برحاشیہ فتح البیان)

یہ جو اس حدیث میں آتا ہے، کہ ہر قسم کے لوگوں میں سے ایک شخص آگے بڑھایا جائیگا، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس قسم کے لوگوں میں سے جو کامل ترین افراد میں سے ہوگا، اس سے اللہ تعالیٰ کلام کریگا، اور گویا بطور نمائندہ کے اپنے حضور میں اُسے بلائیگا، آخری جماعت میں جو سب سے کامل جماعت اور ولایت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات کو پہونچی ہوئی ہے، اس کے قائم مقام یقیناً رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہونگے، کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہوں گے، جنھوں نے وفات کے وقت نہایت بے تابی سے کہا، اَلرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی اَلرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ یعنے مَیں اپنے رب سے ملنا چاہتا ہُوں، اپنے رب سے ملنا چاہتا ہوں۔

اولیاء اللہ کے مختلف مدارج کے متعلق اور بھی بعض حدیثیں آئی ہیں، چنانچہ ایک روایت ابوداؤد میں آئی ہے، ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ عِبَادٌ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ قِیْلَ مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَعَلَّنَا نُحِبُّھُمْ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا فِی اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ اَمْوَالٍ وَّلَا اَنْسَابٍ۔ وُجُوْھُھُمْ نُوْرٌ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ (ابوداؤد بحوالہ ابن کثیر جلد ۵ زیر آیت ہذا) یہ حدیث تفسیر ابن جریر میں بھی آئی ہے، صرف راویوں کا فرق ہے، یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ خدا تعالےٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے بندے ہیں، جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کرتے ہیں، اس پر صحابہ کرامؓ نے عرض کی، یارسول اللہؐ! وہ کون ہیں؟ تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ وُہ لوگ ہیں، جو صرف خدا تعالےٰ کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہیں، مال یا رشتہ داری اس محبت کا موجب نہیں ہوتی، (کیا ہی عجیب زمانہ تھا، کہ صحابہ نیکوں سے محبت کی خواہش کرتے تھے، لیکن آجکل نیکوں سے لوگ بُغض رکھتے ہیں) ان لوگوں کی علامت یہ ہے، کہ ان کے چہرے منور ہونگے، نورانی منبروں پر وہ بیٹھے ہونگے، دوسری ان کی علامت یہ ہے کہ جب لوگوں پر خوف آتا ہے، تو وہ نڈر ہوتے ہیں، اور جب لوگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنی گذشتہ باتوں پر جزع فزع کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ امن میں ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں اولیاء اللہ بننے کا طریق بتایا ہے، اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی خاطر نبی کے ہاتھ پر جمع ہونے والی جماعت سے محبت کرے، اور دُنیا کی باتوں سے نڈر ہو، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ دعا کرو، خدا تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے، ان کو یاد رکھنا چاہیئے، کہ ان جیسے بننے کا یہ طریق ہے، کہ آپس میں دلوں کے بغض نکال دیں، اور تفرقہ کو چھوڑ دیں، اور مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے رابطہ اتحاد پیدا کریں، دنیا سے نہ ڈریں، اور نہ مصائب سے گھبرائیں۔

نبیوں کے رشک کرنیکا جو اس حدیث میں ذکر ہے، اس سے یہ دھوکا نہیں کھانا چاہیئے کہ نبی ان لوگوں سے ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں، بلکہ رشک سے مراد یہ ہے، کہ نبی چاہتے ہیں، کہ ایسے لوگ ہمارے متبعین میں سے بکثرت ہوں، نہ یہ کہ وہ خود ایسے ہو جائیں، کیونکہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا جس میں یہ صفت پہلے ہی سے نہ پائی جائے۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى۔ حدیث میں اس بشریٰ کی کئی تشریحیں آئی ہیں،

اول عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ۔ ترجمہ۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ کے متعلق فرمایا، کہ اس بُشریٰ سے رویاء صالحہ مراد ہے، جسے مومن اپنے متعلق خود دیکھتا ہے، یا اس کے حق میں کوئی دوسرا شخص دیکھتا ہے۔

دوم۔ تفسیر ابن جریر میں ابو الدرداء سے روایت آئی ہے۔ سَاَلَهٗ رَجُلٌ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَقَالَ سَئَلْتَ عَنْ شَيْءٍ مَا سَمِعْتُ اَحَدًا سَاَلَ عَنْهُ بَعْدَ رَجُلٍ سَاَلَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ بُشْرَاهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَبُشْرَاهُ فِي الْاٰخِرَةِ۔ یعنی ایک شخص ابو الدرداء سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس آیت کے معنے پوچھے، انہوں نے اس پر خوش ہو کر، کہا، آپ نے ایسی بات پوچھی ہے، جو اس سے پہلے ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھی تھی، جس کے بعد میں نے کسی اور سے یہ سوال نہیں سُنا تھا، آپ نے جواباً فرمایا تھا، کہ اس سے مراد رؤیا دِ صالحہ ہے، جو ایک مسلمان شخص (خود) دیکھتا ہے، یا اس کے متعلق کوئی اور دیکھتا ہے، پس یہ اس زندگی میں بھی اس کے لئے بشارت ہے، اور آخرت میں بھی اس کے لئے بشارت ہے۔

سوم عبادة بن الصامت سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا، کہ تم سے پہلے کبھی کسی نے یہ سوال نہیں کیا، تِلْكَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ اَوْ تُرٰى لَهٗ۔ یعنی اس سے مراد رؤیا صالحہ ہے جسے انسان خود دیکھے، یا اس کے متعلق کوئی دوسرا دیکھے۔

چہارم ایک اور روایت میں ہے، يَرَاهَا الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فِي الْمَنَامِ اَوْ تُرٰى لَهٗ، یعنی اس سے مراد رؤیا صالحہ ہے، جسے خدا کا مومن بندہ خواب میں خود (اپنے متعلق) دیکھتا ہے، یا اس کے متعلق کوئی اور دیکھتا ہے۔

پنجم عبادة بن الصامت کی ایک اور روایت ہے، کہ لَقَدْ عَرَفْنَا بُشْرٰى الْاٰخِرَةِ الْجَنَّةَ فَمَا بُشْرٰى الدُّنْيَا قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْعَبْدُ اَوْ تُرٰى لَهٗ وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا اَوْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔ یعنی ہمیں آخرت کی بشریٰ کے متعلق تو علم ہوگیا ہے، کہ اس سے مراد جنت ہے، مگر دنیا کی بشریٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ رؤیا صالحہ ہے، جو بندہ دیکھتا ہے، یا اس کی خاطر کسی اور کو دکھائی جاتی ہے، اور وہ نبوت کا چوالیسواں یا سترواں حصہ ہے (ابن کثیر)۔

ششم اسی طرح صحابہؓ کے اس سوال پر کہ اَلرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَيُثْنُوْنَ عَلَيْهِ بِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ۔ یعنی ایک شخص عمل کرتا ہے، اور لوگ اس کی وجہ سے اس کی تعریف اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شہنشاہ طب حکیم الامت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی بیاض خاص کا تحفہ

مجرّباتِ نور الدّین اعظم

میاں عبدالوہاب صاحب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا عطیّہ

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں بھیرہ میں میں نے ایک طبیب سے مشورہ کیا، کہ مَیں یہاں طب کرنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا، تم یہاں کامیاب نہیں ہو سکتے، تم مانگو گے نہیں، یہاں عطار اور جرّاح مخالفت کرینگے، علماء کی مخالفت اس کے علاوہ ہے۔ مَیں نے توکل علی اللہ اپنے ایک طالب علم سے کہا کہ یہ سرمہ بناؤ۔

مَیں نے ایک شخص کی آنکھ دیکھکر یہ سرمہ لگا دیا۔ اسکی دیکھا دیکھی ایک اور شخص نے اور سرمہ ہی طلب کیا، ہمارے شہر میں آنکھوں کی امراض بکثرت تھیں۔ خدا تعالیٰ ہی کے عجائبات ہیں، کہ اس تدبیر نے بڑی کامیابی کا منہ دکھایا۔"

یہ سرمہ "نورِ نظر" جملہ امراضِ چشم میں کافی سے زیادہ سراہا جا چکا ہے، ککروں کو زائل کرتا ہے، یا ککروں کی وجہ سے آنکھوں میں آشوبِ چشم یا زخم ہو گئے ہوں اور بینائی کم ہوتی جاتی ہو۔ خارش اور کھجلی کے واسطے اکسیر ہے آنکھوں کو ہلکا اور صاف کرتا ہے، اس کا دائمی استعمال آنکھوں کو امراض و آفات سے محفوظ رکھتا ہے سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے اپنے نادر اور قیمتی کھرل میں ہفتوں کی محنت سے تیار کیا گیا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ۔

آنکھ کو معدہ سے خاص تعلق ہے، اس لئے معدہ کی صحت سے آنکھیں تندرست رہتی ہیں، اسلئے اگر معدہ میں نقص ہو تو اس سرمہ کے ساتھ اکسیر معدہ استعمال کریں، حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے مطب میں یہ دوا ہمیشہ استعمال ہوتی تھی، خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزارہا لوگوں نے اس سے صحت حاصل کی ہے۔ کھانے کے بعد بے چینی، متلی۔ قبض یا دست، پیٹ میں نفخ یا درد، منہ کا مزہ کسیلا یا بدمزہ۔ غرض جملہ امراضِ امعاء و معدہ میں نہایت ہی اکسیر دوائی ہے، قیمت ۲۳ کیپسٹ دو روپے۔ ملنے کا پتہ:۔

مینیجر دواخانہ نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ دفتر قاعدہ یسّرنا القرآن۔ قادیان۔ پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں صرف تیسؔ روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں، جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر چھ ہزار صفحوں کی ہیں، صرف تیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں، بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:-

براہین احمدیہ حصہ اول و دوم و سوم و پنجم
آئینہ کمالات اسلام
جنگِ مقدس
سرمہ چشم آریہ
ازالہ اوہام مکمل
شہادۃ القرآن
نور القرآن ہر دو حصہ
انجامِ آتھم
ایام الصلح
مسیح ہندوستان میں
تریاق القلوب
خطبہ الہامیہ

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد
تحفۃ الندوہ
تحفہ گولڑویہ
اربعین ہر چہار حصہ
اعجاز المسیح
نزول المسیح
کشتی نوح
اعجاز احمدی
نسیم دعوت
تذکرۃ الشہادتین
حقیقۃ الوحی
چشمۂ معرفت

سب کتابیں بالکل نئی ہیں، آرڈر کے ہمراہ کم از کم دو روپے پیشگی ارسال فرمادیں، اپنا نام مع مکمل پتہ صاف تحریر فرمادیں، اگر ریلوے پارسل کے ذریعہ کتابیں منگوانی ہوں، تو ریلوے سٹیشن کا نام بھی تحریر فرمائیں، محصول بذمہ خریدار ہوگا

ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ ریویو - اردو - قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے مالکان کیلئے شائع کیا)